پاکیزگی

کا اہتمام کیجیے

تالیف

حضرت مولانا و مفتی سعید الظفر قاسمی صاحب مدظلہ العالی

مفتی و استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

سابق معین مدرس دار العلوم دیوبند

ترتیب، تحقیق، تخریج

یاسر عرفات ندوی

فاضل دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پاکیزگی

کا اہتمام کیجئے

تالیف

مفتی سعید الظفر قاسمی مدظلہ العالی

مفتی واستاذ حدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

وسابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

ترتیب، تحقیق، تخریج

یاسر عرفات ندوی

فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دارالترجمۃ والتحقیق

ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور، یوپی

تفصیلات

نام کتاب: پاکیزگی کا اہتمام کیجئے

مجموعہ خطابات ومضامین: مفتی سعید الظفر قاسمی مدظلہ العالی

ترتیب، تحقیق، تخریج: یاسر عرفات ندوی

صفحات: ۲۱۶

سن اشاعت: ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۰۲۵ء

زیر اہتمام: ارحم سعید

ناشر: دار الترجمۃ والتحقیق، ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور، یوپی

قیمت: ۲۷۰

ملنے کا پتے

۱) دار الترجمۃ والتحقیق، ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور، یوپی

فون نمبر 9012454047 / 9870618119

۲) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

پاکیزگی
کا
اہتمام کیجیے

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا مقصد نفس کی پاکیزگی

”رَبَّنَا وَابعَث فِیهِم رَسُولا مِّنهُم یَتلُوا عَلَیهِم ءَایتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الكِتٰبَ وَالحِكمَةَ وَیُزَكِّیهِم اِنَّكَ أَنتَ العَزِیزُ الحَكِیمُ“۔(بقرہ :۱۲۹)

”ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو پاکیزہ بنائے۔ بیشک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل“۔

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست



بدنظری کا وبال



 عفت و عصمت 



دعا سے غفلت کے تین اسباب





مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر





انمول شخصیت کی تعمیر



جھک بازی سے بچیں



دینی ہوشیاری



کامل ایمان کا حصہ ہے



نیک اعمال پر استقامت



کرنے والوں پر فرشتے اترتے ہیں



تقریظ

حضرت مولانا ومفتی اشتیاق احمد صاحب دامت برکاتہم

استاذ دارالعلوم، دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"خَلَقَ الْإِنسانَ وعَلَّمَهُ الْبيانَ" (رحمن ۴،۳)

"(اللہ تعالیٰ نے) انسان بنایا اور اسے بولنا سکھایا"۔

اللہ تعالیٰ نے "بیان" کا لفظ منتخب فرمایا ہے، بیان کرنا کبھی بول کر ہوتا ہے، کبھی لکھ کر اور کبھی اشارے سے، لفظ بیان سب کو شامل ہے؛ اس لئے کہ بیان کے معنی ہیں:

"واضح کرنا، کھول کر سمجھانا"

گویا یہ نطق سے عام ہے، جیسا کہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (مفردات)

یہ نعمت صرف انسان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور یہی انسان کا امتیاز ہے کہ وہ اپنے اندر کے احساسات و جذبات، افکار ونظریات کو دوسروں کو پہنچانے کے لیے

وضاحت کے وسائل استعمال کرتا ہے، یہ نعمت کسی اور مخلوق کو اتنی فراوانی سے نہیں ملی، انسان ہی کو فصاحت و بلاغت کی نعمت ملی ہے، وہ مختلف اسلوب میں اپنی باتیں دوسروں تک پہنچاتا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

> ''اور بیان میں زبانی بیان بھی داخل ہے تحریر وخط، افہام وتفہیم کے جتنے ذرائع حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں، وہ سب بیان کے مفہوم میں شامل ہیں'' (معارف القرآن)

میرے سامنے سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند جناب مفتی سعید الظفر قاسمی مدظلہ العالی، مفتی واستادِ حدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ کی تقریروں اور کچھ مضامین کا مجموعہ ہے۔

مفتی صاحب کو میں اس زمانہ سے جانتا ہوں جب وہ دارالعلوم دیوبند میں ''معین مدرس'' تھے، انہوں نے دکن کی مشہور ومعروف دینی درسگاہ ''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد'' میں بھی پڑھایا ہے؛ بلکہ وہاں کے مایہ ناز استاد رہ چکے ہیں ، تحقیق ریز قلم کے مالک ہیں، انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تربیت حاصل کی ہے، انہیں سے انہوں نے تصنیف و تالیف کا ذوق پایا ہے، زبان و بیان کی شگفتگی حاصل کی پھر مسلسل لکھنے پڑھنے میں لگے رہے؛ چنانچہ اب تک نو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور دس کتابیں طباعت کے لیے تیار ہو رہی ہیں، مفتی صاحب کے جدوجہد، طرزِ تصنیف وتالیف اور تحقیق وتعلیق کو دیکھ کر ناچیز کو بھی رشک آتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے رکھیں!

اس مجموعہ کے مرکزی عناوین درج ذیل ہیں:

۱) بدنظری کا وبال

۲)عفت وعصمت

۳)دعا سے غفلت کے تین اسباب

۴)مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر

۵)انمول شخصیت کی تعمیر

۶)دینی ہوشیاری کامل ایمان کا حصہ

۷)نیک اعمال پر استقامت والوں پر فرشتوں کا نزول

اس مجموعہ کے مرتب فاضلِ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو جناب مولانا یاسر عرفات ندوی زید فضلہ ہیں، ان کا ذوق بھی مفتی صاحب کے ذوق سے ملتا جلتا ہے ،انہوں نے بھی کئی کتابیں ترتیب دی ہیں، تحقیق وتعلیق کا کام کیا ہے اور وہ کتابیں بھی منظر عام پر آنے والی ہیں ، مرتب نے اس مجموعہ کی ترتیب کے ساتھ تحقیق و تخریج کا کام بھی بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔حوالہ جات کا اہتمام بھی خوب دکھ رہا ہے، کوئی بات بلا حوالہ نظر نہیں آ رہی ہے، اتنا اہتمام اس لئے کیا ہے؛ تا کہ استفادہ کرنے والوں کے لیے کتاب قابلِ اطمینان رہے، وہ بلا تکلف اس کے مندرج مواد کو پیش کر سکیں اور قارئین کا علمی استناد واعتبار ان مضامین پر قائم رہے ،مزید واقعات کے پس منظر میں تاریخی وعلمی اختلاف کی بھی تحقیق میں نشاندہی کر دی گئی ہے جیسے : حضرت علاء ابن الحضرمی کے واقعہ کے تحت اس روایتی اختلاف کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کا یہ واقعہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا دور صدیقی ؓ کا ،اسی طرح حضرت ابوطلحہ انصاری ؓ کے واقعہ میں زبان زد عام وخاص ہے کہ وہ سفر سے واپس تشریف لائے تھے، مگر یہاں معتبر حوالہ جات کی روشنی میں اس کی تردید کی گئی ہے۔احقر کا خیال ہے کہ خطبات کی مروجہ ترتیب وتدوین سے ہٹ کر یہ

طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو انشاء اللہ کارآمد اور مفید ثابت ہوگا۔

ان تقریروں کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں جس موضوع کو بھی مفتی صاحب نے اختیار کیا ہے، اس کا حق ادا کردیا ہے، اس سے متعلق جزئیات کا احاطہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے، یعنی جامعیت کے لحاظ سے یہ تقریریں اپنی مثال آپ ہیں، قارئین بازار میں موجود خطبات کے مجموعوں سے جب بھی تقابل کریں گے تو اکثر خطبات کے درمیان اس مجموعے کا امتیاز ان کی نگاہوں کے سامنے آجائے گا اور راقمِ حروف کی بات کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہیں گے۔

مرتب محترم نے ان ساتوں تقریروں اور مضامین کے مجموعہ کا نام رکھا ہے: ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے''! اللہ تعالی اس مجموعہ کو قبولیت سے نوازیں اور جناب مفتی سعید الظفر قاسمی اور مرتبِ محترم کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں!

کتبہ:

اشتیاق احمد قاسمی

مدرس دار العلوم دیوبند

۲/شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

رائے عالی

حضرت مولانا و مفتی محمد صالح صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث و نائب ناظم مظاہر علوم، سہارنپور

وعظ و تذکیر اور بیان و تقریر کی ضرورت اور اہمیت زندگی کے ہر شعبہ میں رہتی ہے، دین کی کوئی بھی خدمت علی وجہ الکمال خطابت کے بغیر ادھوری ہے، تبلیغ دین ہو یا تشریح دین، ہر ایک شعبہ میں تقریر و خطابت نہایت اہمیت کی حامل ہے، اسی لیے ہادی عالم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالی نے تقریر و خطابت اور فصاحت و بلاغت کا کمال مرحمت فرمایا تھا، جو پتھر سے پتھر دل پر اپنے گہرے نقوش چھوڑتا تھا۔

علماء امت بھی اس سے غافل نہیں رہے؛ بلکہ پوری مستعدی سے اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہے ہیں اور پھر نفع عام کے لیے ان مواعظ و تقاریر کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام بھی دور قدیم سے چلا آرہا ہے، ہمارے اکابر کے بھی بہت سے ''مجموعہائے خطب و مواعظ'' مطبوع و متداول ہیں۔

ہمارے دوست مفتی سعید الظفر قاسمی زید مجدہ (استاذ حدیث و مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ و سابق معین مدرس دار العلوم، دیوبند) جو متعدد علمی و تحقیقی

کتابوں کے مصنف اور علمی ذوق وشوق کے مالک ہیں اور ماشاء اللہ تقریر وخطابت پر بھی خاصی دسترس رکھتے ہیں، ان کے مختلف بیانات اور تقاریر کو اُن کے شاگرد مولانا یاسر عرفات ندوی سلمہ نے تحقیق وتخریج کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کیا ہے، جو'' نیک اعمال پر استقامت'' اور'' عفت و پاکدامنی'' وغیرہ بہت سے اہم عنوانات پر مشتمل ہے اور قرآن پاک واحادیث مبارکہ کی تعلیمات اور سلف صالحین کے معمولات وواقعات وغیرہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالی مفتی صاحب موصوف کی خدمات علمیہ ودینیہ کو شرف قبولیت بخشے اور اس کتاب کے نفع کو عام وتام بنائے اور ذخیرہ آخرت بنائے، آمین

محمد صالح

خادم مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

۴/شعبان ۱۴۴۶ھ

تاثرات

حضرت مولانا رحمت اللہ ندوی دامت برکاتہم

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد!

دین اسلام اللہ تعالی کا آخری، کامل، جامع اور پسندیدہ دین ہے۔ یہ عالمی و آفاقی مذہب ہے، قیامت کے تک لئے ہے اور پوری انسانیت کے لئے ہے، اس کے بعد نہ کوئی دین آئے گا اور نہ اس کے سوا کسی دین کو قبول کیا جائے گا، نجات وہی پائے گا جو اسے دل وجان سے لگائے گا۔

اسلام کی منجملہ خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ وہ پاکیزہ اور صاف ستھرا دین ہے، دیگر ادیان و مذاہب کی طرح اس میں کوئی عیب، نقص، بے حیائی اور غیر اخلاقی وغیر معیاری چیز نہیں ہے، جس طرح یہ خود پاکیزہ دین ہے اسی طرح وہ اپنے ماننے والوں کو پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے، اور طہارت ونظافت کی تاکید کرتا ہے، پاک اور پاکباز رہنے کا درس دیتا ہے اور پاکیزگی کا یہ درس کسی شعبہ حیات تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ پوری زندگی اور اس کے تمام گوشوں کو محیط ہے اور یہی

اسلام کا حسن و جمال اور امتیاز و کمال ہے، اسلام اپنی اسی لطافت، نظافت، نزاکت ، رعنائی وزیبائی اور جاذبیت و کشش کی وجہ سے ہر دور، ہر جگہ، ہر نسل، ہر قوم اور ہر طبقہ انسانی کا نہ صرف ساتھ دے سکتا ہے؛ بلکہ قائدانہ کردار ادا کرتا ہے۔

پاکیزگی اور طہارت و نظافت اسلام کی تعلیم بھی ہے اور فطرت کی آواز بھی، کوئی سلیم الفطرت انسان نجاست، خباثت اور گندگی کو پسند نہیں کرسکتا، اس سے ہر سلیم الفطرت اباء کرے گی۔

پاکیزگی میں عقیدہ وایمان، اخلاق و اعمال، سیرت و کردار تن' من، جسم ولباس، گھر بار، رہائش، گلی محلہ، فضا و ماحول، الغرض یہ کہ ظاہر و باطن سب کی پاکیزگی شامل ہے، اور اللہ تعالی کو ایسے ہی لوگ پسند ہیں "**ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین**" (اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور طہارت کا بے حد اہتمام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے) قرآن کا اعلان ہے، یہ آیت ظاہری و باطنی دونوں پاکی کو شامل ہے؛ کیونکہ گناہ آلودگی ہے تو توبہ اس کی طہارت و پاکیزگی، جس طرح جسم اور کپڑے کی نجاست سے طہارت ہوتی ہے اسی طرح گناہوں کی نجاست سے توبہ کے ذریعہ دھلائی ہو جاتی ہے۔

طہارت کو آدھا ایمان قرار دیا گیا ہے اور "**الطھور شطر الایمان**" فرمایا گیا ہے اور اسلام میں ظاہری طہارت و پاکیزگی کا بھی نہایت ہی اہتمام کیا گیا ہے ، بیداری سے لیکر سونے تک، طہارت خانہ سے عبادت خانہ تک، دن بھر میں پانچ مرتبہ وضو، نیز غسل وتیمم وغیرہ کے ذریعہ ظاہری و باطنی دونوں طہارت کا اہتمام کیا گیا ہے۔

شرک سے عقیدہ توحید کی تطہیر، اعمال صالحہ کی ریاکاری سے تطہیر، عبادات کی عدم اخلاص سے تطہیر اسی پاکیزگی کے اہتمام کا لازمی عنصر اور اہم حصہ ہے، عقیدہ میں شرک کی آمیزش نجاست ہے اسی لئے "وانما المشرکون نجس" کہا گیا، اعمال وعبادات

میں ریا ودکھاوا،قبولیت کی راہ میں رکاوٹ اور آلودگی ہے؛اسی لئے اخلاص کا حکم دیا گیا''و ما امروا الا لیعبد اللہ مخلصین له الدین حنفاء'' سے اس کی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف میں ''انما الاعمال بالنیات'' سے واضح کر دیا گیا ہے،عبادات میں ام العبادات ''نماز'' دل ودماغ اور فکر وخیال کی طہارت،عبادت میں ریا وشہرت سے تطہیر ہی تو ہے،''روزہ'' کی اساس تقوی و پرہیزگاری بھی پاکیزگی کی مشق وتمرین اور تربیت ہے،''زکوۃ'' مال کی تطہیر اور نفس کا بخل وحرص سے تزکیہ وتخلیہ ہے''خذ من اموالھم صدقۃ تطھر ھم وتزکیھم'' میں اسی طرف اشارہ؛ بلکہ دلالت ہے،تصوف وسلوک اور تزکیہ واحسان کے ذریعہ''رذائل نفس سے تخلیہ اور فضائل سے تحلیہ'' بتایا گیا ہے یہ سب اسی پاکیزہ دین کی پاکیزہ تعلیمات کے مظاہر ہیں۔

عفت و پاکدامنی اور شرم وحیاء حیات انسانی کا لازمہ اور خاصہ ہے،اگر انسان سے یہ صفت رخصت ہو جائے تو اس میں اور جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ؛اسی لئے عفت وعصمت کی حفاظت بہت ضروری ہے،اگر عصمت لٹ گئی،عفت خاک میں مل گئی تو پھر زندہ رہنے کا کوئی مطلب باقی نہیں رہ جاتا،اس کی حفاظت شرم و حیاء کرتی ہے،یہ ایسا وصف ہے جو گناہ کی راہ میں رکاوٹ اور آڑ ہے ورنہ حیاء باختہ شخص اور شرم سے عاری فرد ہر گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے،کوئی گناہ اس سے ناممکن اور محال نہیں؛اسی لئے حدیث شریف میں کہا گیا ہے:''اذا لم تستحی فاصنع ماشئت'' (جب حیاء کا پانی مر جائے تو جو چاہو کرو) دوسری حدیث میں حیاء کو ایمان کا حصہ بتایا گیا ہے''الحیاء شعبۃ من الایمان''

بے عفتی کے نتیجہ میں ''بدنظری'' وجود میں آتی ہے اور بدنظری سے آوارگی پیدا ہوتی ہے اور آوارگی بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہے پھر اس سے بدکاری جنم لیتی ہے،اس لئے بدنظری پر روک لگا دی گئی ہے اور تمام مؤمن مرد اور عورتوں کو ''غض بصر'' (نگاہ پست رکھنے) کا حکم دیا گیا ہے،اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی غیر محرم اور اجنبی

عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نگاہ پھیر لی جائے، یہ پہلی نگاہ معاف ہے؛ لیکن بالقصد نگاہ ڈالنا حرام ہے؛ کیونکہ نگاہ ابلیس کا زہر آلود تیر ہے، جب نظر سے نظر دو چار ہوتی ہے تو کوئی گھائل اور کوئی مائل ہوتا ہے، پھر دونوں ایک دوسرے کے قائل اور بدکاری کے فاعل بھی ہوجاتے ہیں، معلوم ہوا کہ نظر کی بے احتیاطی زنا تک پہونچا دیتی ہے، اور کئی گناہوں کا سبب بنتی ہے، ذہن و دماغ اور فکر و خیال کی عیاشی شروع ہوجاتی ہے پھر شرم گاہ سے تصدیق و تاکید ہوجاتی ہے۔

بدنظری کا وبال، لوگوں میں بے وقار، چہرہ پر نحوست و بے رونقی اور دل میں بے چینی و اضطراب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ گناہ بے لذت ہے، اس سے عبادت کی توفیق اور دعا کی لذت سلب ہوجاتی ہے اور بسا اوقات ایمان کی دولت چھن جاتی ہے اور نعمت ایمان و عمل سے محروم ہوجاتا ہے۔

بدنظری کی لت میں مبتلا شخص لوگوں میں رسوا و ذلیل ہوجاتا ہے، غور کیا جائے تو سارے گناہوں کی جڑ اور چور دروازہ یہی ''بدنظری'' ہے، افسوس! اس دور میں موبائل نے ہمارے نوجوان بچوں اور بچیوں کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، انہیں آوارہ بنا دیا ہے، ان کا چین و سکون لوٹ لیا ہے، گھر اور خاندان کا نظام درہم برہم کر دیا ہے اور بچوں کو والدین سے جدا کر دیا ہے، ان کو دین کا باغی اور دشمن بنا دیا ہے، عشق و محبت کے دام فریب میں پھنسا دیا ہے جس سے پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو رہا ہے؛ بلکہ تقریباً ہوچکا ہے۔

عفت و عصمت، اور شرم و حیاء نہ ہو تو انسان بے غیرت اور ''دیوث'' بن جاتا ہے اور مردوں کی بے غیرتی عورتوں کو متاثر کرتی ہے، جس طرح مردوں کی غیرت کا اچھا اور خوشگوار اثر عورتوں پر پڑتا ہے؛ اسی لئے ضروری ہے کہ ہر فرد بشر اپنی انمول شخصیت کی تعمیر کرے اور اعمال صالحہ پر استقامت سے قائم رہے، جس استقامت کو کرامت سے بڑھ کر بتایا گیا ہے (الاستقامۃ فوق الکرامۃ) اسی استقامت کی تلقین

قرآن وحدیث میں کی گئی ہے اور استقامت کی برکت سے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اللہ تعالی کے فرشتے اترتے ہیں اور تسلی دیتے ہیں کہ دنیا اور اہل دنیا کے چھوٹنے پر غم نہ کرو اور نہ آئندہ کا خوف کرو۔

لہذا مؤمن کو اپنے دین پر استقامت کے ساتھ ہوشیار اور بیدار رہنا چاہئے، یہ ہوشیاری کامل ایمان کا حصہ ہے، غفلت سے احتراز لازم ہے۔

مقام مسرت اور باعث فرحت ہے کہ پیش نظر کتاب: ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے''میں مذکورہ تمام باتیں تفصیل سے بیان کردی گئی ہیں اور قرآن وحدیث اور واقعات وحکایات کے حوالہ سے بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، تقریبا سوا دوسو صفحات پر مشتمل یہ کتاب دراصل فاضل دار العلوم، دیوبند اور وہاں کے سابق معین مدرس فاضل گرامی قدر محترم مولانا ومفتی سعید الظفر قاسمی زید مجدہ (استاذ حدیث ومفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ، رامپور) کے مواعظ حسنہ اور اصلاحی مضامین کا ایک حصہ ہے، جسے دار العلوم ندوۃ العلماء کے فاضل برادر عزیز مولانا یاسر عرفات ندوی زادہ اللہ علما وفضلا وتوفیقا نے ریکارڈنگ کی مدد سے تحریر کیا ہے، پھر مرتب کرکے کتابی شکل دی ہے، اس کتاب کے سات مرکزی عناوین ہیں:

(۱) بدنظری کا وبال (۲) عفت وعصمت (۳) دعا سے غفلت کے تین اسباب (۴) مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر (۵) انمول شخصیت کی تعمیر (۶) دینی ہوشیاری کامل ایمان کا حصہ (۷) نیک اعمال پر استقامت والوں پر فرشتوں کا نزول۔

پھر ہر مرکزی عنوان کے تحت کئی ذیلی عناوین ہیں، کتاب وقت اور حالات کے تقاضے اور سماج کی ضرورت کے مطابق ہے، پڑھنے والے کے لئے مفید اور مؤثر ہے، انشاء اللہ طباعت کے بعد اس کی افادیت دوچند ہوجائے گی اور مقبولیت بڑھ جائے گی۔

محترم مفتی سعید الظفر صاحب کی سعادت مندی اور سرفرازی کا کیا کہنا، ماشاء اللہ وہ زبان وبیان اور تحریر وتقریر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں، صاحب علم و

فضل اور صاحب قلم ہیں، علمی و تحقیقی ذوق رکھتے ہیں اور نشیط و فعال، متحرک و سرگرم رہتے ہیں، اچھی صلاحیت کے حامل ہیں، ان کی کئی اہم کتابیں منظر عام پر آ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں؛ جبکہ زیر طبع تصانیف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے، موصوف کے علمی تفوق اور صلاحیت کی شہادت ان کی دارالعلوم دیوبند جیسے ام المدارس کی تدریسی معاونت ہے، پھر راہ علم و تحقیق میں تدریس و افتاء کے ساتھ ان کی استقامت یقیناً بلند عزم و حوصلہ ہے۔ ان کی اس کتاب سے یہ انکشاف ہوا کہ موصوف نہ صرف سعادت اور ظفر مندی کا مرکب ہیں؛ بلکہ وسیلہ ظفر بھی ہیں۔

عزیز گرامی مولانا یاسر عرفات ندوی نے تالیف و تصنیف اور تحقیق و تخریج کا ذوق مفتی صاحب کی نگرانی میں ہی پروان چڑھایا ہے اور دن بدن ان کا رشتہ قلم و قرطاس سے مستحکم ہوتا جارہا ہے، ان کی کئی علمی کاوشیں تخریج و تحقیق کے ساتھ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہیں اور ان کی پسندیدگی کا خراج وصول کر چکی ہیں۔

خدا جانے ان دونوں کی نظر انتخاب اس حقیر پر کہاں سے پڑ گئی کہ مجھ سے کچھ تحریر کرنے کا مطالبہ کر دیا، ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بعجلت تمام کچھ تحریر کر دیا ہے، اللہ کرے یہ تحریر کام کی ہو۔

میں اس علمی کاوش اور پیشکش پر مؤلف اور مرتب دونوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کے روشن مستقبل کی تمنا کرتا ہوں، نیز اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ ان دونوں کو اخلاص و استقامت کے ساتھ علم اور دین کی خدمت اور نشر و اشاعت کے لئے قبول فرمائے اور خوب توفیق دے۔

دعا گو

رحمت اللہ ندوی

۶ر شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد اسلم المظاہری دامت برکاتہم
بانی ومہتمم دارالعلوم، ٹانڈہ

اللہ کا دین اور شریعت ایک دستور ہے، جس کی بقاء دنیا کے آخری دن تک ہے، دین اسلام کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ اسلام کا دستور انسانی حیات وشعور کو پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول دیتا ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں یہ اصول داخل ہے کہ انسان ایسے اچھے ملکات کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اپنے روزمرہ کے معمولات کے تناظر میں اخلاق رذیلہ سے ان کی حفاظت کرے جو ماحول کو سب کے لئے یکساں خوشگوار اور محفوظ بناتے ہیں اور انسانی شخصیت کو کامل کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے''، بدنظری کی قباحت اور اس کے دنیاوی واخروی نقصانات، عفت وعصمت اور استقامت دین جیسے اہم اور ضروری مضامین پر مشتمل کتاب ہے جو درحقیقت عزیزم مفتی سعید الظفر سلمہ استاذ حدیث و مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ وسابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند کے مضامین اور خطبات کا مجموعہ ہے، اس میں بدنظری کی قباحت اور اس کے دنیوی و اخروی

نقصانات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، غیرت وحیاء جو تمام اچھے اعمال کا سرچشمہ ہے اس کا نیا پہلو پیش کیا گیا ہے، امید ہے کہ وہ خاندانی اصلاحات میں مفید ثابت ہوگا۔

مضامین پر نظر ڈالنے سے احساس ہوتا ہے کہ ان میں دینی واصلاحی رہنمائی کے ساتھ ساتھ علمی وقار اور سنجیدگی بھی موجود ہے، زبان سہل ہے جو ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہے۔

اس مجموعہ کے مرتب مولوی یاسر عرفات سلمہ فاضل دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو ہیں، ماشا اللہ ہوشمند فاضل ہیں، انہوں نے اس کتاب کی ترتیب وتحقیق میں کافی محنت کی ہے، وہ مفتی صاحب کی زیر سرپرستی علمی مصروفیت رکھتے ہیں اور ان کی کئی تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔

اس مجموعہ کو دیکھ کر احقر کو دلی خوشی ہوئی؛ کیونکہ مفتی سعید الظفر صاحب ہمارے ادارہ دار العلوم ٹانڈہ کے اولین فیض یافتگان میں سے ہیں۔ علمی ذہن اور علمی مشغلہ رکھتے ہیں، اچھا لکھتے اور سنجیدہ خطاب کرتے ہیں، اب تک کئی اہم موضوعات پر ان کا تحقیقی کام اہل علم کی داد وصول کر چکا ہے اور ان کے مزید کئی اہم کام طباعت کے منتظر ہیں، میں اس کتاب کی اشاعت پر دونوں حضرات کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس مجموعہ کو قبول فرما کر نافع بنائے اور اللہ تعالی مزید علمی اور اصلاحی کام کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

محمد اسلم المظاہری

۱۱؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا عبدالسلام مفتاحی دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ

''حیاء'' یعنی پاکیزگی دین اسلام کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے، جس کا تصور دوسرے ادیان میں نہیں ملتا، یہ نوع انسان کے لئے بڑی نعمت ہے جس سے متصف ہوکر انسان اعلی اخلاق وکردار کا مالک ہوجاتا ہے اور نبی کریم علیہ والصلاۃ والسلام نے حیاء کو ''خیر'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ انسان جس قدر باحیا بنے گا اتنی ہی اس میں خیر بڑھتی جائے گی اور ایک حدیث میں یہاں تک ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر آدمی میں حیاء نہ ہوتو پھر وہ آزاد ہے جو چاہے کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ حیاء اور غیرت تمام خوبیوں کا بنیادی سرچشمہ ہے، احادیث کی روشنی میں علماء امت نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، اس صفت کی بناء پر اعمال خیر کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے اگر یہ ملکہ مفقود ہوجائے تو بدنظری، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد صف لگائے کھڑے ہیں۔

ہمارا معاشرہ اس صفت سے بہت تیزی کے ساتھ خالی ہوتا جارہا ہے اور بے حیائی وبدتمیزی کا ایک طوفان برپا ہوتا جارہا ہے جہاں اب اعلی اخلاق وکردار کے

لوگ بھی خال خال نظر آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ’’ پاکیزگی اختیار کیجئے ‘‘ حضرت مولانا ومفتی سعید الظفر صاحب قاسمی زید مجدہ کے چند بیانات اور مضامین کا مجموعہ ہے جس میں بدنظری اور اس کا وبال عفت وعصمت اور دینی استقامت جیسے اہم ابواب کا تذکرہ ہے،اس کتاب میں نیک اعمال پر استقامت کے فضائل اور اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے، یقیناً یہ استقامت بڑی خیر کی چیز ہے اہل سلوک نے اس کو کرامت سے بھی افضل بتایا ہے۔

آخر میں میں حضرت مفتی صاحب زید مجدہ اور اس کتاب کے مرتب عزیزم جناب مولانا یاسر عرفات صاحب ندوی سلمہ کو اس مجموعہ کو پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور حق تعالی سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو نافع اور قبول فرمائے، آمین۔

عبدالسلام مفتاحی

۱۲/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

کلمات تبریک

حضرت مولانا ومفتی ریاست علی القاسمی دامت برکاتہم

استاذ حدیث ومفتی جامعہ اسلامیہ جامع مسجد، امروہہ

الحمدلله رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلوة و السلام علی خاتم الانبیاءوالمرسلین سیدناومولانامحمد رحمة للعالمین وعلی آله واصحابه واهل بیته وذریته وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین امابعد.

طہارت وپاکیزگی، نظافت وصفائی شریعت اسلامیہ میں مطلوب بھی ہے اور محمود بھی ہے اور عقلاء وحکماء کی نگاہ میں مرغوب بھی ہے۔قرآن وحدیث کی واضح نصوص طہارت وپاکیزگی کی اہمیت پر شاہد ہیں، احادیث شریفہ میں طہارت ونظافت کو نصف الایمان (آدھاایمان) قرار دیا گیا ہے۔اور بعض روایات میں ایمانیات کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

پھر اسلامی تعلیمات صرف ظاہری صفائی و پاکیزگی کی رہنمائی نہیں کرتی ہیں؛ بلکہ ظاہر کی صفائی کے ساتھ باطن کی صفائی وپاکیزگی کی بھی واضح ہدایات قرآن و حدیث میں موجود ہیں، جس میں قلب کی پاکیزگی ،نظر کی پاکیزگی ، ذہن ودماغ کی پاکیزگی بھی شامل ہے۔اسی لئے بدنگاہی ، بدگمانی اور بدظنی سے شریعت اسلامیہ نے

منع فرمایا اور ذہن و دماغ، قلب ونظر کو پاک وصاف رکھنے کا حکم دیا ہے اور تمام چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے جو قلب ونظر اور ذہن ودماغ کو آلودہ کریں اور ساتھ ہی زبان کو گندی باتوں سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان زبان اور دونوں رانوں کے درمیان شرمگاہ کی حفاظت کی مجھے ذمہ داری دیدے، تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فحش گوئی کرنے والے اور بدزبانی کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔

احادیث شریفہ اور آیات قرآنیہ کی واضح ہدایات کی روشنی میں علماء کرام اور اکابرین عظام نے عوام الناس کو وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے اور یہ سلسلہ اسلام کے آغاز سے الحمد للہ برابر جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا، جو مذہب اسلام کے زندہ وجاوید ہونے کی واضح علامت ہے۔

میرے لئے خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ حضرت مولانا ومفتی سعید الظفر صاحب قاسمی مدظلہ (مفتی واستاذ جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ وسابق معین مدرس دار العلوم، دیوبند) نے ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے'' ایک عظیم المرتبت کتاب مرتب فرمائی ہے، جس میں زبان، نگاہ، ذہن ودماغ اور شرمگاہ کی حفاظت پر مشتمل مضامین موجود ہیں، موصوف کی یہ کاوش بقامت کہتر و قیمت بہتر کی مصداق ہے جو درس و تدریس کے ساتھ وعظ وخطابت اور تصنیف وتالیف کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں، اپنے اساتذہ کرام واکابرین سے گہرا ربط رکھتے ہیں، جو ان کے اصابت رائے اور موفق من اللہ کی واضح نشانی ہے اور علمی سیمیناروں میں شریک ہوتے رہتے ہیں، اس سے پہلے بھی موصوف کی متعدد تالیفات زیور طبع سے آراستہ ہو کر عوام وخواص کے لئے سرمہ بصیرت ثابت ہو چکی ہیں، عظمت صحابہ پر موصوف نے گیارہ سو سے زائد صفحات

پر مشتمل ایک عظیم الشان مجلہ مرتب فرمایا ہے جو دار العلوم حیدر آباد کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے اور اس نے علمی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی ہے۔

جس کے بارے میں ہندوستان کے مستند اہل تحقیق کی رائے ہے کہ صحابہ کرام کی حیات و کارنامے پر مجلّات کی دنیا میں اردو زبان میں برصغیر میں اتنا بڑا کام نہیں ہوا۔

اس کتاب کے مرتب مولانا یاسر عرفات ندوی ہیں، کتاب کی ترتیب، تحقیق، تخریج اقتباس بندی اور ذیلی عناوین پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ندوی فاصل کا ذوق ستھرا ہے جو مفتی صاحب ہی کی صحبت و تربیت سے پروان پڑھا ہے۔ دونوں حضرات کو اس اہم موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میری دعا ہے کہ رب دو جہاں موصوف کی سابقہ تالیفات کی طرح اس تالیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات کے لئے قبول فرمائے، حاسدین اور شر پسندوں کے شر سے حفاظت فرمائے (آمین)

والسلام

ریاست علی القاسمی عفی اللہ عنہ

وارد حال دار العلوم محمودیہ

محمود آباد ضلع رامپور

۷ رشعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

دعائیہ کلمات

پیر طریقت

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا ومفتی انعام اللہ صاحب دامت برکاتہم

وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ

زیرِ نظر مجموعہ (پاکیزگی کا اہتمام کیجئے) مختلف اوقات ومجالس میں کی گئی تقاریر اور متعدد مضامین پر مشتمل ہے، جن کو امت کی اصلاح ورشد کے لئے برادر عزیز جناب مولانا مفتی سعید الظفر صاحب قاسمی (معین المدرسین دارالعلوم ، دیوبند سابقا واستاذ حدیث وفقہ وفتاوی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ) نے پیش کیا ہے، جستہ جستہ مختلف مقامات سے میں نے دیکھا، سبھی مضامین وعنوانات موجودہ دور کی اہم ترین ضرورت ہے، مفتی صاحب موصوف کو روایتی تقاریر کی جگہ برجستہ موضوع کی مناسبت اور وقت کی ضرورت کے مطابق برسرِ منبر ومحراب یا باجتماع احباب وانفرادی ملاقات پر موثر گفتگو کرنے کا خداداد ملکہ ہے۔ اور اسی لئے موصوف محترم کو ملک کے طول وعرض میں منعقد ہونے والے فقہی سیمنار

واجلاسات میں شرکت کا موقع ملتا ہے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس صلاحیت خداداد سے امت کوزیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب، تخریج وحواشی میں کافی کاوش کی ہے عزیزم یاسر عرفات ندوی نے جو یکسوئی کے ساتھ تصنیفی وتالیفی کام میں مگن نظر آتے ہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور امت کے لئے نصح وہدایت کا۔

جمیل احمد

۱۵/رجب ۱۴۴۶ھ

کلمات تحسین

حضرت مولانا جلیس احمد صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ عربیہ رحمانیہ، ٹانڈہ وامام جامع مسجد ٹانڈہ

''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے'' ایک اصلاحی کتاب ہے جس میں معاشرہ کی اہم برائیوں مثلاً بدنظری اور بے حیائی وغیرہ کی قباحت پر مشتمل مضامین مستند اور معتبر حوالوں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ ذیلی عناوین دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی پاکیزگی جن عناصر پر موقوف ہے تقریباً ان کی تفصیل اس مجموعہ میں آگئی ہے اور جو چیزیں اللہ کی عطاء کردہ ''پاکیزگی'' کو رذیلہ میں تبدیل کر دیتی ہیں ان کے اسباب اور نقصانات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کے تدارک کے طریقہ کو قرآن و حدیث، اقوال سلف اور معتبر واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، مجھے امید ہی نہیں؛ بلکہ یقین ہے کہ انشاء اللہ اسلامی معاشرے کے دائرے میں رہنے والے حضرات کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی اور اس کتاب کے علمی مواد سے وعظ و نصیحت کا کام انجام دینے والے مصلحین کو بھی تازہ اور معتبر مواد حاصل ہوگا۔

درحقیقت یہ کتاب مفتی سعید الظفر صاحب قاسمی حفظہ اللہ استاذ حدیث و مفتی مدرسہ روضۃ العلوم ٹانڈہ وسابق معین مدرس دار العلوم دیوبند کے چند خطبات اور

مضامین کا مجموعہ ہے، ماشاء اللہ مفتی صاحب علمی مشغلہ کے آدمی ہیں اور بحث و تحقیق ان کا مزاج ہے جو ان مضامین بھی صاف نظر آتا ہے، اب تک متعدد تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں اور مفید عام ہو چکی ہیں۔

اس کتاب کے مرتب عزیزم مولوی یاسر عرفات ندوی نو جوان عالم دین ہیں، لکھنے پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں بڑی محنت کی ہے، ہر بات کو حوالہ جات سے مزین کیا ہے اور بعض جگہ بقدر ضرورت حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس مجموعہ کو قبول عام فرمائے اور ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

جلیس احمد قاسمی

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

تحدیث نعمت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

انسانیت کو دینی و اصلاحی نفع پہنچانے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو دو ذریعہ عطا فرمائے ہیں۔ ایک زبان اور دوسرا قلم۔ انہی کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے جو اس امت کی ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ اور خیر امت کا امتیازی نشان ہیں، قرآن کریم میں لوگوں کی بار بار دینی باتیں بتانے کی ترغیب دی گئی ہے اور حقیقت ہے کہ بار بار جب کوئی بات طریقہ حق کے ساتھ گوش گزار کی جاتی ہے تو سننے والے کے دل میں اپنی جگہ بنا ہی لیتی ہے اور اس کا نفع ہوتا ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

"فذکر فان الذکر تنفع المومنین" (ذاریات ۵۵)

"اور نصیحت کرتے رہو؛ کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے"۔

اسی تقاضہ کی بناء پر اپنے محلہ کی مسجد شیخ الہند اور جامع مسجد ٹانڈہ اور جہاں کہیں اللہ تعالی موقع عطا فرمائیں، اپنے اور سننے والوں کے فائدہ کے لئے کچھ دین کی باتیں احقر عرض کر دیتا ہے، یہ سلسلہ کئی سال سے جاری ہے، کچھ تقاریر احباب نے موبائل میں ریکارڈ کر لیں۔ ان میں سے چند خطابات جناب مولوی یاسر عرفات ندوی سلمہ نے نقل کر کے اور ان کی اشاعت کی شائع کی خواہش ظاہر کی، اس سے پہلے بھی ایک خطاب بعنوان "حج فرضیت وفضیلت" وہ مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔

احقر نے اپنے اساتذہ کرام اور اکابر سے مشورہ کیا ہے اور پھر مولوی یاسر عرفات کو اجازت دیدی، ماشاء اللہ انہوں نے بہت محنت کی اور ان تقاریر کو تراش خراش کر کے لائق استفادہ بنا دیا، نصوص و واقعات کی تخریج کی اور بعض مشہور باتوں کی تحقیق کی روشنی میں معتبر باتیں درج کر دی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام مضامین ہمارے اکابر اور اساتذہ کرام کے علوم سے ہی مستفاد ہیں۔

اس مجموعہ میں سات اہم عنوانات شامل کے گئے ہیں جن میں سے چار خطابات اور تین مضامین شامل ہیں، ان کے انتخاب میں باطنی تزکیہ اور پاکیزگی کو مد نظر رکھا گیا ہے؛ اس لئے نام بھی ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے'' رکھا گیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے؛ بلکہ بیانات کی تلخیص ہے، اس لئے اس کا اسلوب خطابی ہے تحریری نہیں ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے تو وہ یقینا احقر کی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

احقر اس کتاب کی اشاعت پر رب العالمین کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالاتا ہے۔ اس کتاب کا مقصد صرف اور صرف سب سے پہلے اپنے آپ کو اور بھر قارئین کو اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور کتاب کے مرتب اور دیگر معاونین کو اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

سعید الظفر غفرلہ

جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ

۸ / شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالی نے حضرت انسان میں بہت سی صفات ودیعت رکھی ہیں اگر وہ صفات فطری ذوق کے مطابق ہوں ان میں کسی طرح کا فساد رونما نہ ہوا ہو تو یہ انسان اعلی اقدار واخلاق کا مالک ہو جاتا ہے اور وہ دوسرے انسانوں کے لئے مفید اور مثالی انسان بن جاتا ہے اور انسانی معاشرہ کے لئے امن وامان کا ذریعہ ہوتا ہے۔

انہیں صفات اور خوبیوں میں ایک صفت ہے جس کو ہم ''حیاء'' کے نام سے جانتے ہیں اگر یہ صفت کسی مرد یا عورت میں ہو تو حدیث نبوی کے مطابق اس میں خیر ہی خیر ہے، یہ ایک ایسی خوبی ہے جو تمام افعال واعمال کی اساس ہے، انسان جو بھی نیک کام کرتا ہے اس کے پیچھے کہیں نہ کہیں یہ صفت ضرور متحرک ہوتی ہے۔

حیاء دین اسلام کا ایک امتیازی وصف ہے حضرت انس ؓ سے روایت ہے ،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء''۔(ابن ماجۃ رقم الحدیث: ۴۱۸۱)

ہر دین کا کوئی نہ کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف ''حیاء'' ہے۔

دورحاضر میں صرف غضِ بصر یعنی آنکھوں کا نیچے رکھنے کو ہی ''حیاء'' سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کا معنی ومفہوم بہت وسیع ہیں علامہ ابن القیمؒ نے اس کی دس قسمیں بیان کی ہیں (مدارج السالکین: ۲/۱۷۶) جن کا تعلق انسان کے اکثر اعمال وافعال سے ہے اور یہ ایسی صفت ہے جس کے بغیر عبادات بھی ناقص ہیں اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل بھی ناممکن ہے، امام نوویؒ ''حیاء'' سے متعلق لکھتے ہیں:

''خلق یبعث علی ترک القبیح ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق''۔ (ریاض الصالحین: ۲۹۵)

''(حیاء) ایسی صفت کا نام ہے جو برے کاموں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے''۔

احادیث نبویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حیاء'' ایمان کا جزء لاینفک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کو دیکھا جو اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْإِیْمَان'' (متفق علیہ)

''پس حیا ایمان کا جزو ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''الْحَیَاءُ لَا یَأْتِی إِلَّا بِخَیْر'' (متفق علیه)

''حیا خیر ہی کی موجب ہوتی ہے''

گویا انسان جس قدر باحیا بنے گا اتنی ہی اس میں خیر بڑھتی جائے گی، حیا ان صفات میں سے ہے جن کی وجہ سے انسان آخرت میں جنت کا حقدار بنے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الْحَیَاءُ مِنَ الإِیمَانِ وَالإِیمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ

الجفاء و الجفاء فی النار"۔

"حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔
بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں جانے کا سبب ہے"۔

"حیا" کی وجہ سے انسان کے قول و فعل میں حسن و جمال پیدا ہوجاتا ہے لہذا باحیا انسان مخلوق کی نظر میں بھی پرکشش بن جاتا ہے اور پروردگار عالم کے ہاں بھی مقبول ہوجاتا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کیلئے آئی تو اس کی چال ڈھال میں بڑی شائستگی اور میانہ روی تھی، اللہ رب العزت کو یہ شرمیلا پن اتنا اچھا لگا کہ قرآن مجید میں اسکا تذکرہ فرمادیا؛ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ جَائَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ" (القصص: ۵۲)

"اور آئی ان کے پاس ان میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی"۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب باحیا انسان کی رفتار و گفتار اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے تو اسکا کردار کتنا مقبول و محبوب ہوگا، لہٰذا جو شخص حیا جیسی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے وہ حقیقت میں محروم القسمت بن جاتا ہے، ایسے انسان سے خیر کی توقع رکھنا بھی فضول ہے، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"وَ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" (البخاری)

"جب شرم نہ رہے تو پھر جو چاہے کر"۔

اس سے معلوم ہوا کہ بے حیا انسان کسی ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں ہوتا، اس کی زندگی شتر بے مہار کی مانند ہوتی ہے، حیا ہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے انسان پاکیزگی اور پاکدامنی کی زندگی گزارتا ہے اور جس معاشرہ میں باحیاء لوگوں کا وجود ہوتا ہے وہ معاشرہ پاکیزہ معاشرہ بن جاتا ہے جو گناہ اور جرائم سے پاک و صاف ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے'' جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، درحقیقت حضرت الاستاذ مفتی سعید الظفر صاحب زید مجدہ کے حیاء اور اس کے متعلقات مثلا بدنظری، استقامت اعمال خیر، عفت وعصمت وغیرہ موضوعات سے متعلق خطابات اور مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں حیاء، عفت وعصمت اور نظر کی پاکیزگی جیسی انمول صفات سے متصف ہونے پر جو برکات وانعامات اللہ تعالی کی جانب سے دنیاوی اور اخروی زندگی میں حاصل ہوتے ہیں اور اس صفت سے متصف اولیاء اللہ کے تذکرے جنہوں نے رب العزت کے حضور اس صفت کا واسطہ دے کر اپنی دعائیں قبول کرائیں، دوسری طرف اس صفت سے عاری ہونے پر جو بے برکتی اور عذاب انسان کو بھگتنا پڑا اور اس کے متعلق قرآن وحدیث میں جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان تمام باتوں کا تفصیلی ذکر قرآن وحدیث کی روشنی میں موجود ہے۔

راقم السطور نے ان خطابات اور مضامین کو افادہ عام کے پیش نظر حضرت الاستاذ مفتی صاحب کی زیر نگرانی مرتب کیا ہے، اس کتاب میں حضرت الاستاذ کے تین خطبات اور چار مضامین شامل ہیں:

۱) بدنظری کا وبال

۲) عفت وعصمت

۳) دعا سے غفلت کے تین اسباب

۴) مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر

۵) انمول شخصیت کی تعمیر

۶) دینی ہوشیاری کامل ایمان کا حصہ

۷) نیک اعمال پر استقامت والوں پر فرشتے اترتے ہیں

یہ سب عناوین درحقیقت انسان کی باطنی پاکیزگی کے لئے بنیادی حیثیت

رکھتے ہیں؛ اس لئے اس مجموعہ کا نام ''پاکیزگی کا اہتمام کیجئے'' رکھا گیا ہے، اس کتاب کی ترتیب و تحقیق میں احقر نے چند چیزوں کا التزام کیا ہے:

۱۔ ریکارڈ سے سن کر تقریروں کو لکھا ہے۔

۲۔ تقاریر کو لکھتے وقت تقریری اضافی جملوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۳۔ پیراگراف اور اقتباسات قائم کئے۔

۴۔ ہر اہم اور مفید بات جس پر قاری کی نظر پڑنی چاہئے، وہاں ذیلی عنوان قائم کیا گیا ہے۔

۵۔ آثار و احادیث کی تخریج کی گئی ہے، تاکہ بوقت ضرورت قارئین اصل کی طرف رجوع کر سکیں اور مضمون پر اعتبار اور استناد میں اضافہ ہو۔

۶۔ علماء امت کے جن اقوال و واقعات کو ذکر کیا گیا ہے، تلاش کر کے بقدر ضرورت ان کی عربی عبارات شامل کی گئی ہیں؛ تاکہ قارئین کرام براہ راست استفادہ کر سکیں۔

۷۔ اگر کسی واقعہ یا مسئلہ میں روایات اور اسلاف مختلف ہیں تو حاشیہ میں اس کی مع حوالہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

راقم الحروف مندرجہ ذیل اکابر علماء کرام کا بے حد ممنون و مشکور ہے:

۱) حضرت مفتی اشتیاق احمد صاحب دامت برکاتہم، دار العلوم دیوبند

۲) حضرت مفتی محمد صالح صاحب دامت برکاتہم، مظاہر علوم سہارنپور

۳) حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۴) حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری دامت برکاتہم، مہتمم دار العلوم، ٹانڈہ

۵) حضرت مولانا عبد السلام صاحب مفتاحی دامت برکاتہم، روضۃ العلوم، ٹانڈہ

۶) حضرت مولانا و مفتی ریاست صاحب دامت برکاتہم، جامع مسجد، امروہہ

۷)حضرت مولانا جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم ،روضۃ العلوم ٹانڈہ
۸)حضرت مولانا جلیس احمد صاحب دامت برکاتہم ،مہتمم جامعہ رحمانیہ،ٹانڈہ

ان حضرات نے اپنی گوناگوں مصروفیت کے باوجود اس کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور اپنی تقریظات اور دعائیہ کلمات سے نوازا، اللہ تعالی ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم اور دائم رکھیں۔(آمین)

اس موقع پر احقر مدرسہ جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ کے تمام اساتذہ کرام خصوصا حضرت مولانا محمد عرفان صاحب مدظلہ،حضرت مولانا مبین احمد صاحب مدظلہ جو ہمیشہ احقر کے ساتھ محبت اور عنایت کا معاملہ فرماتے ہیں،حضرت مولانا لیاقت علی صاحب دامت برکاتہم (ناظم کتب خانہ)اور حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب حفظہ اللہ (مہتمم مدرسہ)، جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تحقیق کے دوران مدرسہ کے کتب خانہ سے استفادہ کرنے کی اجازت دی ،رفیق محترم مفتی وسیم صاحب مرادآبادی استاذ دارالعلوم ٹانڈہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے ایک تقریر ’’ دعا سے غفلت کے اسباب ‘‘ نقل کرنے میں احقر کا تعاون فرمایا،حضرت مولانا عبدالواجد صاحب دامت برکاتہم استاذ رحمانیہ ٹانڈہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ آپ کی حوصلہ افزائی بھی شامل حال رہی اور ان تمام حضرات کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے جنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے کے لئے کسی نہ کسی صورت تعاون کیا ہے، اللہ تعالی ان تمام حضرات کو اپنی شایان شان اس کا بدلہ نصیب فرمائے اور اس کتاب کو عموم وخصوص تمام امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔آمین

یاسر عرفات ندوی

۱۳/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

(۱)
بدنظری کا وبال

آنکھوں کی چوری

”یعلم خائنة الأعین و ما تخفی الصدور“

(غافر ۱۹)

”اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جن کو سینوں نے چھپا رکھا ہے“۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بدنظری کا وبال

نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له، و اشهد ان لا اله إلا الله و اشهد أنّ سيدنا و مولانا محمداً عبده ورسوله وصلى الله تعالى على النبى الامى وعلى اله وأصحابه وبارك وسلّم تسليماً كثيراً كثيراً، أمّا بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم:
"يعلم خائنة الأعين وما تخفى الصدور"(۱) صدق الله العظيم

"اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جن کو سینوں نے چھپا رکھا ہے"۔

محترم سامعین گرامی قدر!

انسان کے جسم میں صحت وتندرستی کا نظام باقی رکھنے کے لئے چار چیزیں اللہ

(۱) غافر ۱۹

تعالی نے پیدا فرمائی ہیں خون، بلغم، سودا اور صفرا، ان چاروں کی کارکردگی پر ہی نظام جسم موقوف ہے۔ اگر یہ چاروں چیزیں اعتدال میں رہتی ہیں تو انسان صحت مند رہتا ہے اور اس کے اعضاء رئیسہ صحیح کام کرتے ہیں اور اگر کسی ایک چیز میں زیادتی ہو جائے یا کمی ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے، نزلہ، زکام، بخار اور بسا اوقات کینسر جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لئے مرض کی تعریف میں اطباء نے کہا ہے:

"جسم اور اس کے افعال کا حد اعتدال سے نکل جانا، مرض کہلاتا ہے"۔

بیمار ہونے کے بعد راتوں کی نیند ختم ہو جاتی ہے، کسی وقت بھی سکون نہیں ملتا، حکیموں اور ڈاکٹروں سے رابطہ کیا جاتا ہے، فکر کے ساتھ وقت پر دوائی استعمال کی جاتی ہے، انسان ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح صحت یاب ہو جاؤں، پھر دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرما دیتے ہیں یا اس کو موت آ جاتی ہے، میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کر دوں کہ جس طرح صحت انسان کے لئے سکون ہے، اسی طرح موت بھی انسانی زندگی کے لئے سکون ہے۔

موت بھی سکون ہے

صحابی رسول حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار تھا، وہ کسی سفر پر گئے [1] اور جس دن واپس آنے والے تھے، اسی دن اس کا انتقال ہو گیا،

---

(۱) اس واقعہ میں عام طور پر لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری ؓ سفر سے واپس آئے تھے، لیکن اس کی تائید کسی تاریخی روایت سے نہیں ہو سکی؛ البتہ اتنی صراحت ہے کہ بچہ کی موت کے وقت حضرت ابوطلحہ انصاری ؓ گھر میں موجود نہیں تھے، اب سوال ہے کہ کہاں تھے؟

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں دو قول نقل فرمائے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ ؓ کا معمول تھا کہ شام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتے تھے، اس دن بھی اپنے معمول کے

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی ام سلیمؓ بہت ذہین اور سمجھدار عورت تھیں،[۲] انہوں نے سوچا کہ میں شوہر کے آنے پر اگر بچے کی موت کی اطلاع دے دوں تو وہ نہ سہی سے کھا پائیں گے اور نہ سہی سے سو پائیں گے، تھکے ہوئے ہیں؛ اس لئے انہوں نے اپنے بچے کو غسل دیا اور کفن دے کر کمرے میں ایک جانب لٹا کر کپڑے سے ڈھانپ دیا۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو انہوں آ کر پوچھا کہ ام سلیمؓ اس بچے کا کیا حال ہے، کیسی طبیعت ہے؟ تو ام سلیمؓ نے فرمایا:

"هُوَ اسْكَنُ مَا كَان"[۳]

"وہ پہلے سے زیادہ سکون سے ہے"۔

یہاں غور کریں کہ ام سلیمؓ نے موت کو "سکون" سے تعبیر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ موت بھی ایک طرح کا سکون ہے؛ بلکہ بڑا سکون ہے؛ چنانچہ ابوطلحہؓ نے کھانا کھایا، رات میں آرام کیا اور بیوی کے ساتھ وقت گزارا اور جب تمام ضروریات سے فارغ ہو گئے، تب ام سلیمؓ نے اپنے شوہر سے عرض کیا:

مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے، لکھتے ہیں:

"ویکون عند النبی ﷺ فی اواخر النہار" (عمدۃ القاری ۹۸/۸)

دوسرا قول اسماعیلی کے حوالہ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ اس دن روزے سے تھے، بچہ کے انتقال کے بعد ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ کو بلانے کے لئے بھیجا اور فرمایا ان کو انتقال کی خبر نہ دینا۔

(۲) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس واقعہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مندرجہ ذیل مناقب ثابت ہوتے ہیں: (۱) مصیبت پر صبر (۲) اللہ کے فیصلہ پر راضی ہونا (۳) ذہانت: انہوں نے غم کے موقع پر بھی شوہر کے آرام اور ضروریات کا خیال رکھا۔ (شرح النووی ۱۴/ ۱۲۴، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) بخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود الخ، رقم الحدیث: ۵۴۷۰

"يا أبا طلحة، أرأيت لو أن قومًا أعاروا أهل بيت عارية، فطلبوا عاريتهم، ألهم أن يمنعوهم؟"(۱)

"اے ابوطلحہ کیا خیال ہے کہ اگر کوئی قوم کوئی چیز عاریت یعنی امانت کے طور پر دے، پھر وہ اس کو واپس مانگیں تو کیا منع کرنا درست ہے؟"

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ بالکل امانت والوں کی امانتیں واپس دینی چاہئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"إن الله أعارنا غلامًا، ثم أخذه منا"(۲)

"اللہ تعالی نے ہم کو ایک چھوٹے بچے کی شکل میں امانت دی تھی، پھر اللہ تعالی نے وہ واپس لے لی (تو ہمیں صبر کرنا چاہئے)"۔

انسان کی روح بیمار ہوتی ہے

میرے بھائیو!

میں مرض کو سمجھا رہا تھا کہ مرض کہتے ہیں "انسان کا حد اعتدال سے نکل جانا" جب سودا، صفرا، بلغم اور خون حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں تو آدمی مریض ہو جاتا ہے پھر علاج معالجہ کے ذریعہ یا تو تندرست ہو جاتا ہے یا وقت آ گیا ہے تو اس کو موت آ جاتی ہے۔ دونوں طریقوں میں اس کو سکون ہی سکون ہے پھر یہ بات سمجھئے جس طرح انسان کا جسم بیمار ہوتا ہے اسی طرح انسان کی روح بھی بیمار ہوتی ہے

گناہوں کی وجہ سے دنیا میں سزا

اس اصل مضمون سے پہلے ایک بنیادی بات سمجھ لیں، لوگوں کا عام خیال

---

(۱) إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری ۲/ ۴۱۲

(۲) إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری ۲/ ۴۱۲

ہے کہ ہم گناہ کرتے ہیں تو اس کا انجام آخرت میں بھگتنا پڑے گا دنیا میں اللہ کی جانب سے ہمارے ساتھ کوئی سزا کا معاملہ نہیں ہوگا، یہ خیال اور نظریہ غلط ہے قرآن وحدیث سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی آخرت میں گناہ گار کو سزا دے گا اسی طرح دنیا میں بھی گناہ گار کو سزا دے سکتا ہے، اس کی نظیر قرآن میں موجود ہے:

"فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ أَنجَينَا الَّذِينَ يَنهَونَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذنَا الَّذِينَ ظَلَمُواْ بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُواْ يَفسُقُونَ، فَلَمَّا عَتَوا عن مَانُهُواْ عَنهُ قُلنَا لَهُم كُونُواْ قِرَدَةً خٰسِئِين" [1]

"جب یہ لوگ وہ بات بھلا بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچا لیا، اور جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں، ان کی مسلسل نافرمانی کی بناء پر ہم نے انہیں ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا؛ چنانچہ ہوا یہ کہ جس کام سے انہیں روکا گیا تھا جب انہوں نے اس کے خلاف سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا: جاؤ، ذلیل بندر بن جاؤ"

مچھلی کا شکار کرنے والوں پر عذاب

ان آیات میں سیدنا داؤد علیہ السلام کے زمانے کا ایک قصہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے، یہ واقعہ جس بستی کا ہے وہ بستی سمندر کے کنارے تھی، [2] اللہ تعالی نے

---

(۱) اعراف ۱۶۵، ۱۶۶

(۲) یہ شہر بحر قلزم (جس کو بحر احمر بھی کہا جاتا ہے) کے کنارہ پر آباد تھا، اس کے مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے: کہ اس کا جائے وقوع حجاز کے آخر میں اور ملک شام کے شروع میں تھا۔ (معجم البلدان ۱/۲۹۱)

اس قوم سے کہا جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ کرو اس دن کوئی دنیاوی کام نہیں ہونا چاہئے، یہ بھی بڑے نالائق تھے، جواب میں کہنے لگے کہ اللہ تعالی سنیچر کے دن زمین و آسمان کو بنا کر فارغ ہوئے تھے؛ اس لئے ہم سنیچر کے دن عبادت کریں گے، امام ابونعیم اصبہانیؒ نے حلیۃ الاولیاء میں ابن عباسؓ کی ایک طویل روایت نقل فرمائی ہے اس میں یہ وضاحت ہے:

”كان الله امر بني اسرائيل ان يتفرغوا ليوم الجمعة، فقالوا: بل نتفرغ ليوم السبت لان الله تعالى فرغ من الخلق يوم السبت“[1]

”اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ جمعہ کے دن کو عبادت کے لئے فارغ کریں، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم سنیچر کے دن کو عبادت کے لئے فارغ کریں گے؛ اس لئے کہ اسی دن اللہ تعالی (زمین و آسمان) کو بنا کر فارغ ہوئے تھے“۔

اللہ تعالی نے کہا منظور ہے، لیکن سنیچر کے دن مچھلی کا شکار نہیں کرو گے صرف اللہ کی عبادت کے لئے اپنا وقت فارغ رکھو گے، اب اللہ کا کرنا دیکھو! اللہ جب کسی کو آزماتا ہے تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتا ہے؛ چنانچہ پورے ہفتے اتنی مچھلیاں نہیں آتی تھیں، جتنی سنیچر کو آتیں اور سمندر کی سطح پر مچھلیوں کا جمگھٹ ہو جاتا اگر کوئی ہاتھ سے پکڑنا چاہتا تو آسانی سے پکڑ سکتا، قرآن میں ہے:

”وَسـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّ

(۱) حلیۃ الاولیاء ۳/۳۳۰، مطبع السعادہ مصر

یَومَ لَا یَسبِتُونَ ، لَا تَاتِیھِم کَذٰلِکَ نَبلُوھُم بِمَا کَانُوا یَفسُقُونَ"[۱]

" اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی، جب وہ سبت (سنیچر) کے معاملے میں زیادتیاں کرتے تھے۔ جب ان (کے سمندر) کی مچھلیاں سنیچر کے دن تو اچھل اچھل کر سامنے آتی تھیں، اور جب وہ سنیچر کا دن نہ منا رہے ہوتے تو وہ نہیں آتی تھیں۔ اس طرح ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ہم انہیں آزماتے تھے"۔

پہلا حیلہ

اللہ تعالی نے ان کو سنیچر کے دن شکار سے منع کر دیا تھا؛ لیکن وہ لوگ سمندر کے قریب رہنے کی وجہ سے ماہی گیری کے شوقین تھے؛[۲] اس لئے انہوں نے مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے دو ترکیبیں نکالیں، جس کو اردو میں "حیلہ" کہتے ہیں۔

۱) کچھ لوگوں نے تو یہ حیلہ کیا کہ مچھلیوں کو سنیچر کے دن پکڑ کر اس کی پونچھ میں سوراخ کر کے ایک دھاگا باندھ دیتے اور اس دھاگے کو سمندر کے باہر کھونٹے سے باندھ کر ان مچھلیوں کو سمندر میں چھوڑ دیتے، پھر اتوار کے دن اس دھاگے کو کھینچ کر مچھلیاں پکڑ لیتے، حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں یہ مذکور ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ثم ان رجلا منھم اخذ حوتا فخزمه بخیط، ثم ضرب له وتدا فی الساحل وربطه وترکه فی الماء، فلما کان الغد

(۱) اعراف ۱۶۳

(۲) بیان القرآن ۲/۵۹، مکتبہ تھانوی دیوبند

جاء فاخذہ فاکلہ سرا، ففعلوا ذلک"[۱]

دوسرا حیلہ

۲) دوسرا حیلہ یہ کرتے تھے کہ سمندر کے قریب ایک تالاب یا گڈھا کھودا اوراس میں ایک نالی بنائی جب سمندر میں سنیچر کے دن طغیانی آتی اور پانی کا بہاؤ نالی کے ذریعہ تالاب کی طرف ہوتا تو اس نالی کے ذریعہ مچھلیاں گڈھے میں چلی جاتیں ،پھر یہ لوگ نالی کو بند کر دیتے اور اتوار کے دن مچھلیوں کو پکڑ لیتے ،علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے:

"فحفروا حياضا وأشرعو إليها الجداول،وكانت الحيتان تدخلها يوم السبت بالموج فلا تقدر على الخروج لبعد العمق وقلة الماء فيصطادونها يوم الأحد"[۲]

بندر بنادیا گیا

اس قوم کے کچھ نیک لوگوں نے اس نافرمانی سے منع کیا کہ یہ اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی ہے،تم ایسا مت کرو، جب بار بار نصیحت کے باوجود اس گناہ سے باز نہیں آئے تو ان نیک لوگوں نے گناہ گاروں سے جدائیگی اختیار کرلی اوراس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اپنے گاؤں کے درمیان ایک دیوار بنادی، دیوار کی ایک طرف گناہ گار اور دوسری طرف اللہ کے اطاعت گزار بندے؛ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ جو قوم اللہ کے حکم صریح کی خلاف ورزی کرتی ہے تو اللہ تعالی کا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے؛

(۱) الدرالمنثور ۳/ ۱۴۹، مطبوعہ: المکتبۃ البخاریۃ

(۲) روح المعانی، ۱/ ۲۸۳، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ بیروت

چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کے بیچ ایک دیوار بنادی، گناہ گاروں کو ایک طرف چھوڑ دیا اور جو نیک لوگ تھے، جو اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزار رہے تھے وہ دوسری طرف آ گئے، دیوار کی دونوں طرف ایک دوسرے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، ایک زمانے کے بعد اچانک ان کا شور شرابہ بند ہوگیا، آواز لگائی، کوئی جواب نہیں آیا تو دیوار پر سیڑھی لگا کر دیکھا[1] تو وہ بندر اور خنزیر بن چکے تھے، قرآن کریم میں ہے:

"وَلَقَد عَلِمتُمُ الَّذِينَ اعتَدَوا مِنكُم فِي السَّبتِ فَقُلنَا لَهُم كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ"[2]

"اور تم ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو سنیچر (سبت) کے معاملے میں حد سے گزر گئے تھے؛ چنانچہ ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ"

روایات میں ہے کہ ان میں جو نوجوان تھے وہ سب کے سب بندر بنادئے گئے اور بوڑھے خنزیر بنادئے گئے پھر تین دن کے بعد سب مر گئے، ابن عباسؓ کی دو روایتوں میں ہے:

"أن شباب القوم صاروا قردة وأن المشيخة صاروا خنازير"

"اذ لا يحيون في الارض الا ثلاثة ايام"[3]

قرآن کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ گناہ کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، قرآن

---

(۱) الدر المنثور: ۳/ ۵۸۹، دار الفکر بیروت

(۲) بقرۃ: ۶۵

(۳) ابن کثیر: ۱/ ۲۵۸، مطبوعہ: زکریا دیوبند

وحدیث میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، اللہ کے بندوں کو اس واقعے سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے، خدا کی قسم ہم اس لائق نہیں ہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے زمین پر قدم بھی رکھ سکیں، یہ تو اللہ تعالی کی رحمت و برکت ہے کہ اس نے زمین پر رہتے ہوئے تباہ و برباد نہیں کیا۔

مصیبت کیا ہے؟

خوب یاد رکھو! ہر گناہ کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے اور تکلیف و مصیبت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے؛ لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھتے، یعنی عذاب کو عذاب نہیں سمجھتے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''مصیبت'' کیا ہے؟ درحقیقت ہر وہ چیز جس سے مومن کو تکلیف ہو وہ ''مصیبت'' ہے، یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ رات میں کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں اچانک چراغ بجھ گیا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا:

''انا للہ وانا الیہ راجعون''

''ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اس دعا کو عربی زبان میں ''استرجاع'' کہتے ہیں، یہ ایسی دعا ہے جو مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اللہ کے رسول چراغ ہی تو بجھا ہے کون سی مصیبت آگئی جو آپ نے مصیبت کی دعا پڑھی؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کل ما ساء المؤمن فھو مصیبة''(۱)

(۱) مراسیل ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۱۲، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

''ہر وہ چیز جو مومن کو تکلیف دے وہ مصیبت ہے''

اس ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ جس چیز سے ایمان والے کو تکلیف ہو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی،[۱] وہ مصیبت ہے؛ چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہر تکلیف دہ چیز کو ''مصیبت'' شمار فرمایا ہے اور اس سے پناہ مانگی ہے اور اس مصیبت کے موقع پر ''استرجاع'' کی دعا پڑھتے تھے۔

انا للہ الخ اس امت کو عطا کیا گیا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أعطيت أمتي شيئا لم يعطه أحد من الأمم عند المصيبة إنا لله وإنا إليه راجعون''[۲]

''مصیبت کے پیش آنے کے وقت میری امت کو وہ دعا دی گئی جو پہلی اُمّتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔ یعنی '' انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں:

'' لقد أعطيت هذه الأمة عند المصيبة شيئا لم تعطه الأنبياء من قبلهم ولو أعطيها الأنبياء لأعطيها يعقوب إذ يقول: يا أسفى على يوسف''[۳]

''مصیبت میں اس امت کو جو کلمات (إنا لله وإنا إليه راحعون) سکھائے گئے ہیں، وہ پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دئے گئے،

(۱) بذل المجهود ۱۰/ ۸۴ ۳، مطبوعہ: مرکز الشیخ

(۲) المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۴۱۱، مطبوعہ: مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ

(۳) الدر المنثور ار ۷۷ ۳، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

اگر دئے جاتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دئے جاتے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائیگی میں ان کلمات کو پڑھتے اور "یاأسفٰی علیٰ یوسف" نہ کہتے"۔

اناللہ الخ پڑھنے پر انعام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من استرجع عند المصيبة جبر الله مصيبته، وأحسن عقباه، وجعل له خلفا صالحا يرضاه"(۱)

"جس نے مصیبت کے وقت "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کی تلافی فرمادیں گے اوراس کی آخرت اچھی کریں گے اور ضائع شدہ چیز کے بدلے میں اچھی چیز عطا فرمائیں گے"۔

اناللہ الخ کی حقیقت

یہ کلمہ بہت سے حقائق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور اس میں بہت بڑی تسلی ہے:

۱)اس میں اوّل تو زبان اور دل سے اس بات کا اقرار ہے کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں۔ہم اللہ ہی کے بندے ہیں، اس کی مخلوق ہیں، اس کے مملوک ہیں تو ہمیں پوری طرح اپنے مالک کے فیصلے پر راضی ہونا ضروری ہے۔ہم بھی اللہ کے ہیں اور جو جان ومال اس نے لیا وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔اس نے جو کچھ کیا اپنی مخلوق اور مملوک میں تصرف

(۱)المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۳۰۲۷، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت

کیا، کسی کو بولنے، اعتراض کرنے اور دل وزبان سے ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں۔

۲) دوسرے اس بات کا اعلان اور اقرار ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے تو ہم کو ہر ضائع اور فوت شدہ چیز کا ثواب مل جائے گا۔ یہ ثواب دنیا کی حقیر چیزوں سے کہیں اعلیٰ وافضل ہے، جن کے چلے جانے پر رنج ہوتا ہے۔ اعزہ واقرباء اور اولاد جو فوت ہو گئے، ان سے عارضی جدائی ہے، جہاں وہ گئے ہیں، ہم کو بھی وہی جانا ہے۔ وہاں دار النعیم میں ان شاء اللہ ان سے ملاقات ہو جائے گی۔

جوتی کا تسمہ ٹوٹنا مصیبت ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ ہر ''تکلیف دہ چیز'' کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصیبت شمار کیا ہے اور اس سے پناہ مانگی ہے، حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو راستہ میں آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، آپ نے پڑھا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''، ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں پڑھا؟ یہ تو معمولی تسمہ ہے، کوئی مصیبت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إنها مصيبة''(۱)

''جوتی کا تسمہ ٹوٹنا بھی مصیبت ہے''

ہمارا حال

حضرت عائشہ کی بات پر غور کرو! یہی حال ہمارا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ کے رسول چراغ ہی تو بجھا ہے آپ مصیبت والی دعا کیوں پڑھ رہے ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! مصیبت اس بات کو کہتے ہیں جس سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے، چراغ کے بجھنے سے کمرے میں اندھیرا ہو گیا یہ

(۱) المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۷۶۰۰، مطبوعہ: مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ

مصیبت ہے، چلتے وقت جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا اس سے مسلمان کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ مصیبت ہے، لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھتے۔

کانٹا چبھنا مصیبت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انگوٹھے میں کانٹا چبھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "انا اللہ الخ" پڑھا اور اس پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ جب حضرت عائشہؓ نے "انا اللہ" سنا تو آپ کے قریب آگئیں اور دیکھا کہ کانٹے کے چبھنے کا معمولی اثر تھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ ہنس پڑیں اور کہا:

"یا رسول الله بأبي أنت وأمي أكل هذا الاسترجاع من أجل هذه الشوكة"

"اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں، آپ نے اس کانٹے کی وجہ سے "انا اللہ" پڑھا ہے"۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے اور میرے کاندھے پر ہاتھ مارا اور کہا:

"یا عائشة إن الله عز وجل إذا أراد أن يجعل الصغير كبيرا جعله وإذا أراد أن يجعل الكبير صغيرا جعله"(۱)

"اے عائشہ! جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں چھوٹے کو بڑا کرنا تو کر دیتے ہیں اور جب بڑے کو چھوٹا کرنا چاہتے ہیں تو کر دیتے ہیں"۔

گناہ کے اثرات

ہر گناہ کی وجہ سے انسان پر کچھ نہ کچھ انفرادی یا اجتماعی اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر اس کو ہم نہ سمجھیں تو بڑی تباہی کی بات ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(۱) الدر المنثور ۱/۳۸۱، مطبوعہ: دار الفکر

کی روایت ہے کہ ہم کچھ لوگ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں چند چیزوں سے پناہ چاہتا ہوں:

بے حیائی کی وجہ سے طاعون پھیلتا ہے

(۱) آقائے مدنی نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

اگر کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالی اس قوم میں طاعون بھیجتا ہے، موجودہ زمانہ میں ''کرونہ'' جیسی بیماری کا نام لیا جا سکتا ہے، یعنی ایسی بیماری بھیجتا ہے جو پہلے لوگوں کے زمانے میں نہیں تھی اور اس کا علاج دریافت نہیں ہے:

''لم تظهر الفاحشة في قوم قط، حتى يعلنوا بها، إلا فشا فيهم الطاعون، والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا''[۱]

ناپ تول میں کمی قحط کا سبب بنتی ہے

(۲) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم ناپنے اور تولنے کے بارے میں فرمایا:

اگر کوئی قوم تولنے اور ناپنے میں کمی کرنے لگے تو اللہ تعالی اس قوم میں قحط بھیجتا ہے اور ظالم حکمرانوں کو مسلط کر دیتا ہے:

''ولم ينقصوا المكيال والميزان، إلا أخذوا بالسنين، وشدة المئونة، وجور السلطان عليهم''[۲]

زکوۃ ادا نہ کرنے کا اثر

(۳) آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ ادا نہ کرنے کے بارے میں فرمایا:

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۹

(۲) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۹

اگر کوئی قوم زکاۃ دینا بند کردے تو اللہ تعالی آسمان سے باران رحمت کو روک لیتا ہے اگر اس زمین پر جانور نہ ہوں تو اللہ تعالی اس پر بارش نازل نہ فرمائے:

’’ولم یمنعوا زکاۃ أموالهم، إلا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم یمطروا‘‘(۱)

عہد شکنی کا وبال

(۴) اللہ کے رسول ﷺ نے عہد شکنی کے بارے میں فرمایا:

جب کوئی قوم عہد شکنی کرنے لگتی ہے وعدہ کر کے وعدے کو توڑنے لگتی ہے تو اللہ تعالی ایسے ظالم حکمرانوں کو مسلط فرماتا ہے جو مسلمانوں کے مالوں کو زبردستی ان سے چھین لیتے ہیں:

’’ولم ینقضوا عهد اللہ وعهد رسوله، إلا سلط اللہ علیهم عدوا من غیرهم، فأخذوا بعض ما في أیدیهم‘‘(۲)

انصاف نہ کرنے پر سزا

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک دنیا کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور اللہ کے حکم کو اختیار نہ کریں، تو اللہ ان کو آپس میں لڑا دیں گے:

’’وما لم تحکم أئمتهم بکتاب اللہ، ویتخیروا مما أنزل اللہ إلا جعل اللہ بأسهم بینهم‘‘(۳)

زلزلے کیوں آتے ہیں؟

اس تفصیل سے سمجھ میں آیا کہ ہر گناہ کا کچھ نہ کچھ اجتماعی وانفرادی اثر ہوتا

(۱) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۹

(۲) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۹

(۳) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۹

ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور حاضر ہو کر عرض کیا: اے اماں عائشہ! یہ دنیا میں زلزلے کیوں آتے ہیں زلزلے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا:

”إذا استباحوا الزنا، وشربوا الخمر، وضربوا بالمغاني، وغار اللہ عز وجل في سمائه فقال للأرض: تزلزلي بهم“(۱)

”جب اس زمین میں کثرت سے زنا ہونے لگیں، شراب کو کھلم کھلا پیا جانے لگے اور لوگ ناچ گانوں میں مبتلا ہو جائیں تو آسمان پر اللہ تعالیٰ کو غیرت آجاتی ہے اور آپ زمین کو حکم دیتے ہیں کہ اے زمین! ان کو تھوڑا سا جھٹکا دیدے (اسی کا نام زلزلہ ہے)“

حضرت عائشہ کی اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے گناہوں کا اثر ہم پر مرتب ہوتا ہے۔

اعضاء انسانی کا مقصد کے خلاف استعمال

اللہ نے انسان کے مختلف اعضاء پیدا کئے، ان میں سے ہر ایک کی تخلیق کا اپنا ایک مقصد ہے، مثلاً پیر پیدا کئے اس کا ایک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا فرمائی اس کا ایک مقصد ہے، آنکھیں عطا کیں، کان عطا فرمائے ان کا ایک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل اور دماغ عطا فرمایا ان کا ایک مقصد ہے، اگر تمام اعضاء ظاہری و باطنی اپنے اپنے مقاصد میں اللہ کے حکم کے مطابق استعمال ہوتے رہیں تو کہا جائے گا کہ انسان کی روحانی حالت فرمان خداوندی کے مطابق ہے

(۱) العقوبات لابن أبي الدنیا ۱/۲۹، رقم الحدیث: ۱۷

اور شریعت میں یہی مقصود ہے، حدیث میں اسی کو ''فطرت سلیم''[1] سے تعبیر کیا گیا ہے؛ لیکن اگر ان اعضاء جسمانی کا استعمال اپنی تخلیق کے مقاصد کے خلاف ہونے لگے مثلاً ہاتھ و پیر ایسے کام کرنے لگیں جو اللہ کو پسند نہیں ہیں، کان ایسی چیزیں سماعت کرنے لگیں جو رب العالمین کو پسند نہیں، آنکھیں وہاں پڑنے لگیں جن کا دیکھنا غضب الٰہی کا سبب ہے، تو کہا جائے گا کہ اس انسان کے اعضاء کا استعمال ''حد اعتدال'' سے نکل گیا ہے اور یہ انسان روحانی مریض ہو چکا ہے، اہل سلوک کی اصطلاح میں اسی کو ''رذائل'' کہا گیا ہے۔ اب جسمانی مرض کی طرح اس کو مختلف روحانی تکلیفوں سے دوچار ہونا ہے؛ لیکن بڑی پریشانی کی بات یہ ہے کہ جس طرح انسان جسمانی بیماری کو بیماری سمجھتا ہے اس کی بے چینی اور پریشانی کو اپنے لئے مصیبت سمجھتا ہے، اس کے بالمقابل انسان اپنی روحانی بیماری کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو اس کو اہمیت دینی چاہیے: حالانکہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر کوئی آدمی جسمانی بیمار ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ وہ مر جائے گا جس کو حدیث میں ''سکون'' کہا گیا؛ لیکن انسان روحانی بیمار ہو جائے اور وہ اس بیماری اور اس کے علاج کی پرواہ نہ کرے تو وہ گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے، بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں بے برکتی اور عتاب کا شکار ہوگا اور آخرت میں اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دئے جائیں گے۔

---

(۱) حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں:

''ما من مولود إلا یولد علی الفطرۃ، فأبواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ (مسلم، کتاب القدر، باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین، رقم الحدیث: ۲۶۵۸)

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں''۔

یہ فطرت اسلام کیا ہے؟ اس کی تشریح میں محدثین نے الگ الگ باتیں لکھی ہیں، لیکن حقیقت

آج معاشرہ میں بہت سارے گناہ ہیں جن کو گنایا جا سکتا ہے یقیناً وہ سب ہلاک کرنے والے ہیں؛ لیکن میں اپنے نوجوانوں کو ایک ایسے گناہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس میں مرد، عورت، بڑے، چھوٹے اور بوڑھے سب مبتلا ہیں، اللہ تعالی ایسی بات کہنے کی توفیق مرحمت فرمائیں جو ہمارے دلوں میں گھر کر جائے اور اس گناہ سے بچنے کی ہم سب کو توفیق عطاء فرمائیں۔

بدنظری

میرے بھائیوں!

اس گناہ کو بدنظری کہتے ہیں اور قرآن میں اس کے متعلق فرمایا گیا ہے:

"یعلم خائنة الأعین"(۱)

"اللہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے"۔

یہ گناہ کتنا سہل ہے اس کو جاننے سے پہلے ایک ضابطہ سمجھ لیجئے کہ کسی جرم یا گناہ کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) طاقت (۲) اس کام کو کرنے کا موقع، مثلاً کوئی چوری کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے طاقت کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور موقع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگر کسی انسان کے پاس موقع ہے اور

یہ ہے کہ وہ تعبیرات کا اختلاف ہے، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فطرت اسلام سے مراد انسان میں ایسا "ملکہ اور صفت" ہے جو انسان کو اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا سکھاتا ہے اور ایسی "استعداد" ہے جو اچھائی کو قبول کرنا اور برائی سے بچنا سکھاتی ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے: فالصواب أن المراد بالفطرة التی خلق اللہ الخلق علیها الحالة والهیئة المهیأة لمعرفة الخالق وقبول الحق واختیار دین الإسلام والتمییز بین الحق والباطل ما رکب فیهم من العقول التی یتمکنون بها من الهدی وقبول الحق لو نظروا بها نظرًا صحیحًا لاستمروا علی لزومها، ولم یفارقوها، (لمعات التنقیح، ۳۶۶/۱ مطبوعة: دار النوادر، دمشق)

(۱) غافر: ۱۹

طاقت نہیں ہے تو وہ چوری نہیں کرسکتا یا کسی انسان کے پاس طاقت ہے، مگر موقع نہیں تو وہ چوری نہیں کرسکتا۔

اسی طرح زنا کرنے کے لیے بھی ان دو چیزوں کی ضرورت ہے جسم میں طاقت ہونی چاہیے اور موقع ہونا چاہیے اگر ایک چیز بھی نہیں ہوگی تو کوئی چاہ کر بھی گناہ نہیں کرسکتا، اگر کوئی شخص کسی کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو قبضہ کرنے کے لئے بھی طاقت اور موقع کی ضرورت ہے؛ لیکن یہ بدنظری ایسا گناہ ہے جس کے لیے نہ موقع کی ضرورت ہے نہ طاقت کی ضرورت ہے، وہ بوڑھا جس کی کمر سیدھی نہیں ہے اور جو دوسرے کے سہارے کے بغیر چل نہیں سکتا، وہ بھی اس گناہ کو بآسانی کرسکتا ہے، یہ گناہ ہے ''بدنظری''۔

یہ بدنظری اتنی آسان ہے کہ ذرا سی نگاہ اٹھائی اور نگاہ اٹھا کر دیکھ لیا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلا کہ اس شخص سے کسی بڑے گناہ کا ارتکاب ہوگیا ہے اور خود اس بدنگاہی کرنے والے کو بھی احساس نہیں ہوا کہ اس نے کتنے بڑے گناہ میں اپنی جان کو ڈال دیا ہے، اس کا میری دنیوی زندگی اور اخروی حیات پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اسی مضمون کو تھوڑا تفصیل سے سمجھنا ہے۔

بدنظری کی حقیقت

قرآن میں نظر کی حفاظت سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

''قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُم ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُم''(۱)

''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

(۱) النور: ۳۰

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے"۔

امام اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں "غض بصر" کے معنی لکھے ہیں:

" یغضوا" غض سے مشتق ہے جس کے معنی کم کرنے اور پست کرنے کے ہیں"۔(۱)

امام ابن کثیرؒ کی تفصیل

بدنظری کی حقیقت امام ابن کثیرؒ نے بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا، بالخصوص؛ جبکہ شہوت کے ساتھ نگاہ ڈالی جائے یا لذت حاصل کرنے کے لیے نگاہ ڈالی جائے خواہ غیر محرم کی تصویر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح ایسی چیز کو دیکھنا جس کے دیکھنے سے شریعت نے روکا ہو، "بدنظری" کہلاتا ہے، ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"هذا أمر من الله تعالى لعباده المؤمنين أن يغضوا من أبصارهم عما حرم عليهم، فلا ينظروا إلا إلى ما أباح لهم النظر إليه"۔(۲)

"اللہ تعالیٰ نے مومنین بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ہر حرام کردہ چیز سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں اور انہیں چیزوں کو دیکھیں جس کے دیکھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے"

غیر محرم مرد و عورت کو دیکھنا

مرد کا غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اسی طرح عورت کا غیر محرم

(۱) مفردات القرآن: ۶۰۷

(۲) ابن کثیر: ۳۸/۶

مرد کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے؛ اگرچہ بدنظری کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن ہماری تقریر کا موضوع بدنظری کی یہی خاص صورت ہے؛ اس لئے اسی کی قباحت اور نقصانات بیان کئے جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہلک گناہ سے بچنے والوں کے لئے خاص بات ارشاد فرمائی ہے:

"النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها مِن مخافتي ابدلته ايمانا يجد حلاوته في قلبه"(1)

"نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اسے میرے خوف سے چھوڑ دے، تو میں اس کے عوض ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا"۔

بدنگاہی سے آنکھوں کا نور ختم ہو جاتا ہے

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر گناہ کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے، اس بدنظری کے بھی اپنے اثرات ہیں جو اس گناہ کے ارتکاب کرنے والوں پر مرتب ہوتے ہیں، ان میں ایک اثر یہ ہے کہ بدنظری کرنے والوں کی نگاہوں کا نور ختم ہو جاتا ہے، جس کو اہل اللہ محسوس کر لیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے جا رہا تھا، راستہ میں ایک عورت ملی، اس کو میں نے ترچھی نگاہ سے دیکھا اور اس کی خوبصورتی کے بارے میں سوچنے لگا، جب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

"يدخل عليّ احدكم واثر الزنا ظاهر على عينيه"

(1) الترغیب والترہیب: 3/42

''جب تم میرے پاس آئے تو آنکھوں میں زنا کا اثر صاف نظر آتا تھا''۔

حضرت انسؓ نے سوال کیا:

''أوحي بعد النبي''

''کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی وحی آسکتی ہے؟

حضرت انسؓ کے سوال کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت کو حضرت انسؓ نے دیکھا تھا اور یہ بات حضرت انسؓ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی اور حضرت عثمانؓ نے تنبیہ فرمائی تو دل میں یہی بات آئی کیا حضرت عثمانؓ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا؟ اس پر حضرت عثمانؓ نے جواب دیا:

''لا ولکن بصیرة و برهان و فراسة صادقة''(۱)

''(اب وحی کا سلسلہ بند ہے اس لئے مجھ کو اس کی خبر وحی سے) نہیں ہوئی؛ بلکہ یہ بصیرت، دلیل اور مومن کی سچی فراست ہے (جس سے میں نے سمجھ لیا)''

اہل اللہ کی ایمانی فراست

اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کو خاص فراست عطا فرماتے ہیں، جس کو حدیث کی اصطلاح میں ''فراست مومن'' کہا جاتا ہے۔ در اصل ''فراست مومن'' اللہ کا عطیہ ہے جو نور کی شکل میں مومن کے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے، جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اس کی ظاہری صورت کے علاوہ ایسے معنوی اور پوشیدہ اسرار کھول دئے جاتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتے، علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ نے مومن کی فراست

---

(۱) احیاء علوم الدین ۳/۲۵۶، دار المعرفۃ بیروت

کے متعلق لکھا ہے:

”وهي نور يقذفه الله في القلب فيخطر له الشئ فيكون كما خطر له، وينفذ إلي العين فترى مالا يراه غيرها“[1]

”فراست مومن ایک نور ہے جسے اللہ مومن کے دل میں ڈالتا ہے؛ تاکہ جب کوئی چیز پیش آئے جیسا کہ پیش آنی ہے تو وہ مومن کی نگاہوں میں اتر جاتی ہے؛ چنانچہ فراست مومن وہ چیزیں دیکھ لیتی ہے جو دوسرا نہیں دیکھتا“

مومن کی فراست سے بچو

یہ مضمون حدیث شریف میں بھی آیا ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله تعالى“[2]

”مومن کی فراست سے بچو؛ اس لئے کہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی بے نوری کو دیکھ کر (جو عام طور پر بدنظری کے بعد پیدا ہوجاتی ہے) پہچان لیا کہ ان سے بدنظری ہوئی ہے، یہ ان کی فراست ایمانی تھی، اللہ تعالی کبھی کبھی اپنے نیک بندوں کو ایسی بصیرت عطا فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بصیرت سے سامنے والے کے احوال سمجھ جاتے ہیں، اس کو ایک مثال سے سمجھیں:

---

(۱) الروح لابن القیم ۲/۵۷۴، دار ابن حزم بیروت

(۲) ترمذی، رقم الحدیث: ۳۱۲۷

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی فراست

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت عائشہ ؓ سے اپنی اولاد کے درمیان مال کی تقسیم سے متعلق فرمایا تھا:

"وإنما هما أخواك وأختاك، فاقتسموه على كتاب الله"

''تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں،[1] میرے انتقال کے بعد مال کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا''۔

تو حضرت عائشہ ؓ نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن ہے اسماء بنت ابی بکر ؓ، دوسری بہن کونسی ہے؟۔

دراصل اس وقت حضرت ابوبکر ؓ کی بیوی حبیبہ بنت خارجہ ؓ حمل سے تھیں، حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوگی؛ چنانچہ موطا امام مالک میں حضرت ابوبکر ؓ کا قول ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

"ذو بطن بنت خارجة. أراها جارية"[2]

''میرا خیال ہے کہ بنت خارجہ کے حمل سے لڑکی پیدا ہوگی''

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات کے بعد اس حمل سے لڑکی ہی پیدا ہوئی،

---

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں سے چھ اولادیں تھیں، تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ پہلی بیوی قتیلہ سے عبداللہ ؓ اور اسماء ؓ، دوسری بیوی ام رومان سے عبدالرحمن ؓ اور عائشہ ؓ، تیسری بیوی حبیبہ بنت خارجہ سے ام کلثوم اور چوتھی بیوی اسماء بنت عمیس ؓ سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، حضرت ابوبکر ؓ کی وفات کے وقت ان میں سے چار اولادیں موجود تھیں اور ام کلثوم مادر رحم میں تھیں اور عبداللہ بن ابی بکر کا انتقال ابوبکر کے دور خلافت میں ہی ہوگیا تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارے دو بھائی اور دو بہنوں میں مال تقسیم کر لینا (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: اوجز المسالک ۱۴/ ۱۸۵، مرکز الشیخ، الریاض النضرۃ ۱/ ۲۶۵، دار الکتب العلمیۃ)

(۲) موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، موسسۃ زاید امارات

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس کا نام ام کلثوم رکھا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ (۱)

حضرت عمرؓ کی فراست

حضرت عمرؓ کی زندگی کے متعدد واقعات ملتے ہیں جو کرامت کے زمرے میں آتے ہیں اور فراست مومن کی بہترین مثال ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو اُس لشکر کا سپہ سالار بنایا، حضرت ساریہ کا لشکر مدینہ سے ایک مہینہ کی دوری پر تھا، جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں خطبہ کے درمیان اچانک آواز لگائی:

"یا ساریۃ الجبل"(۲)

"اے ساریہ! پہاڑ کے دامن میں ہوجاؤ"۔

یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ جب لشکر کی جانب سے قاصد آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وہاں کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا:

> "اے امیر المؤمنین! ہم نے دشمن سے مقابلہ کیا تو وہ ہمیں شکست دے ہی چکے تھے کہ اچانک ہم نے ایک آواز سنی، اے ساریہ! پہاڑ کے دامن میں ہوجاؤ۔ تو ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ کی جانب کرلی تو اللہ تعالی نے دشمنوں کو شکست دے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی عرض کیا گیا کہ بیشک وہ آواز دینے والے آپ ہی تھے"۔

---

(۱) حاشیہ موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، موسسۃ زاید امارات

(۲) دلائل النبوۃ للاصبہانیؒ رقم الحدیث: ۵۲۵، دار النفائس، بیروت

شاہ عبدالقادر دہلویؒ کی فراست

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی اکبری مسجد میں درس دیا کرتے تھے فجر کی نماز کے بعد درس ہوتا تھا ایک مرتبہ ایک طالب علم جو حضرت کے پاس پڑھتا تھا، اس کو رات میں احتلام ہوا تھا اور وہ صبح غسل کئے بغیر کتاب لے کر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں پڑھنے کیلئے چلا آیا اور درس میں بیٹھ گیا، حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا کہ فلاں طالب علم ناپاک ہے، ہمارے بزرگوں کا طریقہ رہا ہے کہ کبھی گناہ گار اور غلطی کرنے والے کو نام لے کر ذلیل نہیں کرتے، محبت اور شفقت کے ساتھ اس کی اصلاح فرماتے ہیں انہی شاہ صاحب کا ایک واقعہ ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے۔

اصلاح کا طریقہ

شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے وعظ کے بعد ان سے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے، خلوت میں یوں فرمایا:

> ''بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے، اور حدیث میں اس سے متعلق وعیدیں آئی ہیں اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے۔ اُس شخص نے شاہ صاحب کے پاوں پکڑ لئے اور کہا حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا: البتہ میرے اندر ہے۔ مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا، اب میں تائب

ہوتا ہوں انشاء اللہ آیندہ ایسا نہیں کرونگا"۔ (۱)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایمانی بصیرت سے سمجھ میں لیا کہ یہ طالب علم ناپاک ہے، غسل کر کے نہیں آیا، آپ نے اس طالب علم کو کچھ نہیں کہا آپ نے کتاب کو بند کیا اور تمام طلبہ سے فرمایا:

"آج تو غسل کرنے کو جی چاہ رہا ہے، سارے لوگ اپنے اپنے کمروں سے لنگیاں لے آؤ ہم جمنا میں غسل کریں گے"۔

تمام طلبہ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ جمنا کے کنارے گئے اور پانی میں ڈبکی لگائی، پہلے سے جو پاک تھے ان کو مزید نظافت حاصل ہوگئی اور جو طالب علم ناپاک تھا وہ بھی پاک ہو گیا اس تدبیر کے ساتھ حضرت شاہ صاحب نے اس کو ذلیل کئے بغیر مقصد حاصل کر کیا، غسل کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اب تھوڑا سا سبق بھی پڑھ لو! تا کہ سبق کا ناغہ نہ ہو پاوے"۔ (۲)

نگاہوں کی بدرونقی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہر گناہ کا ایک اثر ہوتا ہے؛ چنانچہ بدنظری کی لعنت کی وجہ سے انسان کی آنکھوں کا نور ختم ہو جاتا ہے اہل کشف کے حوالے سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

"دونو جوانوں کا انتخاب کیا جائے اور دونوں کے دونوں عمر میں برابر ہوں، دونوں کے دونوں حسن و جمال میں برابر ہوں اور دونوں کے دونوں صحت میں برابر ہوں؛ لیکن فرق یہ ہو کہ ایک آدمی اپنی نگاہوں کی حفاظت کرتا ہو اور دوسرا آدمی غیر محرم عورتوں

(۱) ارواح ثلاثہ ۵۶، مکتبہ اشاعت العلوم سہارنپور

(۲) ملفوظات حکیم الامت:

پر بدنظری ڈالتا ہوں تو اہل بصیرت اس کو پہچان لیں گے کہ دونوں میں جو نیک آدمی ہے اس کی نگاہوں کے اندر نور ایمانی کی چمک نظر آئے گی اور جو شخص بدنظری کرتا ہے اس کی نگاہوں میں بدرونقی پیدا ہو جاتی ہے، اس گناہ کے اثرات ہیں''۔ (۱)

بدنگاہی کی وجہ سے مؤذن کا انجام

بدنگاہی نور ایمانی کو ہی سلب نہیں کرتی ؛ بلکہ بعض مرتبہ ایمان کے سلب ہو جانے کا بھی ذریعہ اور سبب بن جاتی ہے حضرت امام ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''ذم الہوی'' میں ایک قصہ لکھا ہے آپ اس کو پڑھ کر کے سمجھ جائیں گے کہ بدنظری کا انجام کتنا خطرناک ہے انہوں نے بغداد کا ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک موذن جس کا نام ''صالح'' لکھا ہے وہ لوگوں کے درمیان اپنی دینداری کے لئے مشہور تھا، اپنی مسجد میں چالیس سال سے اذان دیا کرتا تھا، اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر نہیں ہوا کرتے تھے ،اس لیے مسجد کے منارے کے پر چڑھ کر اذان دی جاتی تھی، وہ ایک دن اذان دینے کے لیے مینارے پر چڑھا تو برابر والے گھر میں (جو ایک نصرانی کا گھر تھا) ایک حسین وجمیل لڑکی پر ان کی نگاہ پڑ گئی، بس دیکھنا تھا کہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا، فوراً مینارے سے اتر آیا اور اس عیسائی کے گھر گیا اور لڑکی سے کہا: میری بات مان لے ورنہ تجھے قتل کردوں گا، لڑکی نے کہا:

''لا إلا أن تترك دينك''

''(قتل کی ضرورت) نہیں، اگر تو اپنا دین چھوڑ دے (تو میں تیری بات مان لوں گی''۔

(۱) خطبات حکیم الامت: ۱۳؍۱۱۷

یہ بات سنتے ہی موذن نے اسلام کا انکار کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے ہاتھ جھاڑ لئے اور کہنے لگا:

"أنا بريء من الإسلام و مما جاء به محمد"(۱)

"میں اسلام اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لائے ہوئے دین سے بری ہوں"

پھر لڑکی کہنے لگی کہ مجھے تجھ پر بھروسہ نہیں، کیا پتہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اپنے دین کو قبول کر لے؛ اس لئے پہلے خنزیر کا گوشت کھاؤ تب یقین کروں گی، اس مؤذن نے وہ ناپاک گوشت بھی کھالیا۔ لڑکی نے پھر کہا اب شراب پیو، اس کمبخت نے شراب بھی پی لی۔ جب یہ سب کام ہو گئے تو لڑکی نے کہا کہ اب میں نکاح کے لئے تیار ہوں جب میرے والد آجائیں گے تو وہ ہمارا نکاح کر دیں گے، جب تک تم چھت پر چلے جاؤ۔ وہ مؤذن جیسے ہی چھت پر چڑھا، پیر پھسلا اور زمین پر گر کر مر گیا، جب نصرانی گھر آیا تو لڑکی نے پورا واقعہ سنایا، نصرانی نے رات میں اس کی لاش کو گلی میں پھینک دیا اس طرح بدنظری کا انجام کفر تک پہنچا۔

میرے عزیزو!

چالیس سال تک اللہ کے لئے اذان دینے والا ایک دیندار مؤذن جو اللہ تعالی کی جانب سے قوم کے لئے منادی کی حیثیت رکھتا ہے مگر بدنظری کے وبال کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس کے ایمان کو سلب کر لیا۔

آنکھ پھوڑ دی گئی

اسلاف امت کی کتابوں میں معتبر اور مستند واقعات ملتے ہیں جن کے

---

(۱) ذم الہوی: ۴۴۰

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنظری کا وبال دنیا میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور اللہ تعالی لوگوں کی عبرت کے لئے ان کو ظاہر فرماتے ہیں، ابو یعقوب نہر جوریؒ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا جس کی ایک آنکھ پھوٹی ہوئی تھی، وہ طواف کرتے ہوئے زور زور سے دعا کرتا تھا:

"اللهم إني أعوذ بك منك"

" اے اللہ میں تیری تجھ سے پناہ چاہتا ہوں"

گھومتا تھا اور یہ کہتا تھا جب لوگ اس کی آواز سے پریشان ہو گئے تو ابو یعقوبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پوچھا:

"مَاهَذَاالدُّعَاءُ؟"

"یہ کیسی دعا ہے؟"

اس سوال سے ان کا مقصد تھا کہ اللہ کے بندے تجھے اللہ تعالی کا ایسا ڈر کیوں ہے کہ تو اتنی زور زور سے اللہ تعالی کے غضب سے پناہ مانگ رہا ہے، کہنے لگا:

"إني كنت مجاورا منذ خمسين سنة فنظرت إلى شخص يوما فاستحسنته، فإذا بلطمة وقعت على عيني فسالت على خدي"(۱)

"میں پچاس سال سے (بیت اللہ کا) پڑوسی ہوں، میں نے ایک دن ایک (امرد) شخص کو دیکھا، وہ مجھے پسند آیا، پس اچانک ایک طمانچہ میری آنکھ پر پڑا، اور میری آنکھ میری رخسار پر بہہ گئی (یعنی آنکھ پھٹ گئی)"۔

میری آنکھوں کو دیکھو! ایک آنکھ میری پھوٹی ہوئی ہے اور ایک آنکھ صحیح ہے

(۱) التبصرة لابن الجوزی، ۱/ ۱۴۴، دار الکتب العلمیة بیروت

میں نے امرد لڑکے کو دیکھ لیا تھا خزانہ غیب سے تھپڑ آیا اور میری نگاہ کو چھوڑ دیا گیا، میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے وہ غلطی دوبارا نہ ہو جائے اور میری دوسری نگاہ بھی نہ چھوڑ دی جائے۔

قرآن بھلا دیا گیا

امام ابن الجوزیؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ابوعبداللہ ابن الجلاء اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں کھڑے ہو کر ایک حسین صورت عیسائی لڑکے کو دیکھ رہا تھا تو میرے پاس سے حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ گزرے اور پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اے چچا آپ کا کیا خیال ہے کہ (یہ حسین) صورت (کافر ہونے کی وجہ سے) دوزخ میں جلائی جائے گی، تو انھوں نے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"لتجدن غبها ولو بعد حين"

''تم اس (بدنظری) کا وبال ضرور دیکھو گے اگرچہ کچھ مدت کے بعد''۔

تو ابن الجلاء فرماتے ہیں:

"فوجدت غبها بعد أربعين سنة أنسيت القرآن"[1]

''میں نے اس کا وبال چالیس سال بعد دیکھا کہ مجھے قرآن کریم بھلا دیا گیا''۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا بدنظری نہایت خطرناک گناہ ہے۔

بدنظری سے زنا تک

میرے نوجوانو! اس تمام تفصیل کی روشنی میں کوئی رخ پردہ خفا میں نہیں رہ

(۱) ذم الہوی ۱۲۷

گیا، بدنظری کی لعنت کے دنیا وآخرت میں جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کو قرآن و حدیث اور مستند واقعات کی روشنی میں واضح کر چکا ہوں اب سے چند سال پہلے تو ہم آپ حضرات سے کہہ سکتے تھے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر نہ کرو، اپنی تقریبات میں عورتوں کا الگ نظم ہو؛ لیکن اس اکیسویں صدی میں تمام تر صورت حال بدل گئی ہے، زمین کے طول وعرض سمٹ گئے ہیں، اچھائی کے ساتھ برائی کے مواقع بھی کثرت کے ساتھ میسر ہیں، بے حیائی اور بے غیرتی کے جن کاموں کے لئے انسان کو کوشش کرنی پڑتی تھی اب وہ سب بآسانی ایک ہی جگہ دستیاب ہیں، اس برائی کا نام ہے ''موبائل''، اس میں دورائے نہیں کہ موبائل کے ذریعہ زندگی میں بہت آسانیاں پیدا ہوئی ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عریانیت، فحش گوئی اور بدنظری جیسی سماجی اور دینی فتنے جن کو نوجوان ہم سے زیادہ جانتے ہیں، ان کا سیلاب اسی راستہ سے امت میں آیا ہے، یہ تباہی کا راستہ کتنا سہل ہے یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے موبائل کے غلط استعمال نے نوجوانوں کے شعوری ملکہ کو زبردست چوٹ پہنچائی ہے آنکھوں کے راستہ دل ودماغ پر ہیجانی کیفیت نے قبضہ کرلیا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی فکر و نظر کسی خفیہ طاقت کی غلام ہوگئی ہے، جس نے پوری نسل کو ہی کھوکھلا کردیا ہے، قیمتی زندگی کا ہر لمحہ موبائل بینی میں صرف ہورہا ہے، اس کی نحوست ہے کہ بدنظری کی قباحت اور اس کا گناہ ہونا ہی ہمارے ذہنوں سے نکل چکا ہے، موبائل میں غلط اور غیر شرعی مناظر دیکھ کر جو کشمکش ہمارے دل ودماغ میں پیدا ہوتی ہے اس کا انجام بہت خطر ناک ہے، علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے:

> کہ جب کوئی نوجوان بدنظری کرتا ہے تو اس کے دل کے میں ایک کشمکش پیدا ہوتی ہے اور جب کشمکش پیدا ہوتی ہے تو اس میں گندی سوچ جنم لیتی ہے، پھر گندی سوچ گندے ارادے کو

پیدا کرتی ہے اور گندا ارادہ انسان سے زنا کرادیتا ہے، یہ سلسلہ ہے، بدنظری سے جو سفر شروع ہوتا ہے اور اس کا انجام زنا ہوتا ہے۔[1]

میرے عزیزو!

تمہارا یہ مقام نہیں کہ تم اپنا ذہن ودماغ اور صحت موبائل بینی میں صرف کردو تم کسی اور مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہو، ہر شخص اپنی ذات میں غور کرے کہ بدنظری اور موبائل کے غلط استعمال نے ہمارا کیا حال کردیا؟ دل بے چین ہے، سکون غارت ہوچکا ہے، ایمان کی حلاوت دلوں سے رخصت ہوچکی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر اچھے کام سے طبیعت بھاگتی ہے ہر اچھے اور نیک کاموں سے تنفر ہونے لگا ہے، اس کے بر خلاف گناہ کے مقامات پر جانے میں فرحت محسوس ہوتی ہے خلاف شرع باتیں کرنے اور سننے میں دلوں کو لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ یہ بات ہلاکت کی بات ہے ہمیں اس گناہ کو چھوڑنے کی ضرورت ہے ہمیں موبائل کے غلط استعمال سے پیچھا چھڑانے کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارے ایمان کے سلب ہونے کی نوبت آجائے اس لیے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے

بدنظری سے حفاظت کے لئے تین طریقے

بدنظری سے بچنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) بدنظری سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو نیچا کرکے چلے، سیدنا آدم علیہ السلام کو جب ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اللہ تعالی نے ابلیس کو آسمان سے نکال دیا تو ابلیس نے اللہ تعالی سے کہا تھا:

---

(۱) مستفاد: احیاء علوم الدین ۳/ ۱۰۴

نگاہ نیچی رکھنا

”ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ“ (۱)

”پھر میں ان پر (چاروں طرف سے) حملے کروں گا، ان کے سامنے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں طرف سے بھی، اور ان کی بائیں طرف سے بھی۔ اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا“۔

تیرے بندوں کو سامنے سے بہکاؤں گا، پیچھے سے بہکاؤں گا، دائیں سے بہکاؤں گا، بائیں سے بہکاؤں گا یعنی چاروں طرف سے فتنہ وفساد پیدا کروں گا؛ لیکن شیطان نے دو سمت کو چھوڑ دیا ایک اوپر کی سمت اور ایک نیچے کی سمت یعنی شیطان اوپر اور نیچے سے ہم کو نہیں بہکا سکتا؛ چنانچہ ہم دو طرف نگاہ کر کے چلیں تو ہم شیطان سے بچ سکتے ہیں۔ ایک جہت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر چلیں؛ لیکن اس میں پریشانی یہ ہے کہ اگر آدمی اوپر کی طرف دیکھ کر چلے گا تو ٹھوکر کھا کر گر سکتا ہے اس لیے اوپر کو دیکھ کر نہ چلیں؛ بلکہ راستے میں نگاہوں کو نیچا کر کے چلیں، تو اللہ تعالی بدنظری کے گناہوں سے بچائے گا

ہمت سے کام لیجیے

(۲) دوسرا کام بدنظری سے بچنے کے لیے ہمت کرنا ہے اگر موبائل میں حرام چیزوں اور غیر محرم عورتوں کی تصویروں کو دیکھنے کا دل ارادہ کرے تو بس تھوڑی سی ہمت کر کے موبائل کو بند کر دو اس ہمت کی وجہ سے انشاءاللہ چند لمحوں میں اللہ تعالی

---

(۱) الاعراف ۱۷

آپ کے دل کی حالت کو بدل دے گا، چند دن یہ ہمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔

توبہ واستغفار کیجئے

(۳) تیسرا کام یہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نظر کے فتنے سے بچنے کی مسلسل دعا کرنا ہے اور جو گناہ ہو گئے ہیں اب ان سے توبہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے دو طریقے ہیں وہ بھی مختصراً عرض کر دیتا ہوں:

نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا

(الف) ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کسی نیک مقبول عمل کو پیش کر کے دعا کی جائے، اے اللہ یہ میرا نیک عمل ہے اس کی برکت سے تو میرے گناہ کو معاف فرما دے، اللہ تعالیٰ اس طرح دعا قبول فرماتے ہیں اس کی مثال حدیث شریف میں ہے:

غار والوں کا واقعہ

پچھلے زمانے کے تین نوجوانوں کا ایک مشہور واقعہ صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں آیا ہے، جس میں ان کا اچانک ایک غار میں پھنس جانا اور پھر نیک اعمال کی برکت سے دعا کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے باہر نکل آنا مذکور ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ’’پچھلے زمانے میں تین آدمی کہیں راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش نے انھیں گھیر لیا۔ وہ تینوں پہاڑ کے ایک غار میں چلے گئے، (جب وہ اندر چلے گئے) تو غار کا منہ ایک پتھر سے بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! تمھیں اس

مصیبت سے اب تو صرف سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے، بہتر یہ ہے
کہ اب ہر شخص اپنے کسی ایسے عمل کو بیان کر کے دعا کرے، جس
کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ عمل اس نے خالص اللہ تعالیٰ
کی رضامندی کے لیے کیا تھا"۔

(۱) والدین کی خدمت کرنے والا

پہلے شخص نے اس طرح اپنا واقعہ بیان کیا:

"اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میرے ماں باپ جب
بوڑھے ہو گئے تو میں ان کی خدمت میں روزانہ رات میں اپنی
بکریوں کا دودھ لا کر پلایا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے میں دیر
سے آیا، وہ سو چکے تھے۔ ادھر میرے بیوی بچے بھوک سے بلبلا
رہے تھے، لیکن میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ
پلاؤں، بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا۔ مجھے انھیں بیدار کرنا پسند تھا اور
نہ چھوڑنا (کیوں کہ یہی ان کی غذا تھی)۔ میں ان کا وہیں انتظار
کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی"

واقعہ بیان کرنے کے بعد اس نے اس کے واسطہ سے ان الفاظ میں دعا کی:

**"فإن كنت تعلم أني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا
منها فرجة نرى منها السماء"**

"اگر میں نے یہ کام تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا، تو تو ہماری
مشکل دور کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں"۔

اس دعا کے بعد غار کا منہ کچھ کھل گیا اور ان لوگوں کو آسمان نظر آنے لگا۔

(۲) زنا سے رُک جانے والا

دوسرے شخص نے اللہ کے حضور اپنا قصہ اس طرح بیان کیا:

''اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے ایک بار اس سے زنا کرنا چاہا، اس نے انکار کیا، مگر (وہ کسی مجبوری میں) اس شرط پر تیار ہوگئی کہ میں اسے سو اشرفی لاکر دے دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے کے لیے کوشش کی، آخر کار مجھے مل گئی، تو میں اس کے پاس آیا اور وہ رقم اس کے حوالے کردی اور اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان (زنا کرنے کر نے کے لئے) بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور مُہر کو بغیر حق کے نہ توڑ۔ میں کھڑا ہو گیا اور سو اشرفیاں بھی واپس نہیں لی''۔

پھر اس نے اپنے اس نیک عمل کا حوالہ دے کر دعا کی:

'' **فإن كنت تعلم أني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة**''۔

''اگر میں نے یہ عمل تیری رضاء کی وجہ سے کیا تھا، تو ہماری مشکل آسان کردے''۔

اس دعا کے بعد مزید پتھر ہٹ گیا۔

(۳) مزدور کی مزدوری دینے والا

ان میں سے تیسرے شخص نے اپنے عمل کی تفصیل اس طرح بیان کی:

''اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا،

جس نے ایک فرَق (تین صاع) چاول کی اُجرت پر میرا کام کیا، لیکن وہ شخص (کسی وجہ سے غصّے میں آ کر) چلا گیا، اور اپنے چاول چھوڑ گیا۔ میں نے اس ایک فرق چاول کو لیا اور کاشت کی۔ پھر اس سے اتنی پیداوار ہوئی کہ میں نے اس سے گائے بیل خرید لیے۔ اس کے بہت دن بعد وہ شخص مجھ سے اپنی مزدوری مانگنے آیا۔ میں نے کہا: یہ گائے بیل کھڑے ہیں، ان کو لے جا۔ اس نے کہا: میرا تو صرف ایک فرق چاول تم پر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا: یہ سب گائے بیل لے جا، کیوں کہ یہ اسی ایک فرق کی آمدنی ہے۔ آخر وہ گائے بیل لے کر چلا گیا"۔

آخر میں اس تیسرے نے اس نیک عمل کے واسطے سے دعا:

"فإن كنت تعلم أني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا ما بقي"(۱)

"اے اللہ! اگر یہ ایمان داری میں نے صرف تیری رضاء کے لئے کی تھی تو، تو غار کا باقی منہ کھول دے"۔

اس شخص کی دعا کے بعد پتھر ہٹ گیا اور غار کا منہ مکمل کھل گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل دور کردی اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔

پاکدامنی کے وسیلہ سے بارش ہوگئی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے: دہلی میں قحط پڑا اور کئی مہینے تک بارش نہیں ہوئی جانور بھوک اور پیاس کی

(۱) مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۴۳

وجہ سے مرنے لگے، دہلی کے تمام علماء ومشائخ ایک میدان میں جمع ہوتے اور صلاۃ الاستسقاء پڑھنے کے بعد دعائیں کرتے؛ لیکن بارش نہیں ہوئی، ایک نوجوان لڑکا[1] اپنی ماں کو اونٹ پر بٹھا کر کہیں لے جا رہا تھا اس نے بڑا مجمع دیکھا تو اپنے اونٹ کو روکا، پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کئی مہینوں سے بارش نہیں ہوئی اور ہم صلاۃ الاستسقاء پڑھ کر دعائیں کرتے ہیں؛ لیکن بارش نہیں ہوئی۔

اس نے کہا ٹھہرو! اور وہ اپنے اونٹ کے پاس گیا اور کجاوے میں بیٹھی اپنی ماں کا دامن پکڑ کر دعا کی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ اسی وقت بارش ہونے لگی، لوگوں نے دریافت کیا کہ یہاں بڑے علماء ومشائخ دعاؤں میں مشغول تھے، بارش نہیں ہوئی تم نے ایسی کونسی دعا کی کہ فوراً بارش ہوگئی۔ اس نے جواب دیا:

''میں نے اپنی ماں[2] کے دامن کو پکڑ کر دعا کی کہ اللہ میری ماں نے پوری زندگی پاکدامنی کے ساتھ گزاری ہے، کسی نامحرم کی نظر

(۱) اخبار الاخیار میں اس نوجوان کا نام ''شیخ نظام الدین ابوالمؤید'' لکھا ہے، جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہم زمانہ تھے، شیخ نظام الدین ابوالمؤید سید نور الدین مبارک غزنوی کے بھانجے اور وہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے بھانجے تھے۔ ان کی تاریخ ولادت ۶۷۲ھ ہے، شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بھی آپ کو دیکھا ہے اور ملاقات فرمائی ہے، شیخ نے مجموعہ ملفوظات ''فوائد الفوائد ۳؍۸۵ ۷'' میں ان سے متعلق حکایت نقل کی ہے۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ کی وفات ۷۲۵ھ میں ہوئی، قبر مبارک کے متعلق پروفیسر نثار احمد فاروقی نے ''اخبار الجمال'' کے قلمی نسخہ کے حوالہ سے لکھا ہے: اخبار الجمال کی روایت کے مطابق شیخ نظام الدین ابوالمؤید علی گڑھ میں مدفون ہیں مگر ان کا ایک مزار حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کی درگاہ میں حضرت مولانا فخر صاحبؒ کے مزار کے شرق میں بھی بتایا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: اخبار الاخیار مترجم ۱۰۵، فوائد الفوائد ۳؍۸۵ ۷)

(۲) یہ نیک عورت شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ کی والدہ ''بی بی سارہ'' تھیں، متقدمین میں بڑی بزرگ بی بی تھیں ان کا مزار پرانی عیدگاہ کے کنارہ پر ہے، جس کے سرہانے خواجہ قطب الدینؒ کا مزار ہے۔ (اخبار الاخیار مترجم ۵۸۲، نور پبلشنگ دہلی)

ان پر نہیں پڑی، میں ان کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہوں کہ اپنی امت کو باران رحمت سے محروم نہ فرما، اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرمائی''۔ (۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنے نیک مقبول اعمال کا وسیلہ دے کر دعا کی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تو نیک اعمال بھی اس لائق نہیں کہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے دعا کی جا سکے۔

گناہوں کا اقرار دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے

(ب) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گناہ کا صاف اقرار کیا جائے، بندہ کے اقرار کرنے سے بھی اللہ تعالی خوش ہو جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی دعاؤں میں ایسی بہت ساری دعائیں ہیں جن میں اپنے گناہوں کا اقرار کرنا سکھا گیا ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں، آپ نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو:

''اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، ولَا يَغْفِرُ الذُّنوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لي مَغْفِرَةً مِن عِندَكَ، وارْحَمْنِي، إنَّكَ أَنْتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ'' (۲)

''اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کا

(۱) اخبار الاخیار مترجم، ذکر بعض صالحات، ۵۸۲، نور پبلشنگ دہلی

(۲) مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۰۵

بخشنے والا صرف تو ہی ہے، تو اپنی عنایت سے میرے گناہ بخش
دے، اور مجھ پر رحم فرما، تو غفور و رحیم (بخشنے والا مہربان) ہے"۔

آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا

ہمارے باپ آدم علیہ السلام اور ہماری ماں حوا جب جنت سے نکال دیئے گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے یہ دعا کی:

"قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ"(۱)

"دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

حضرت یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ میں ان الفاظ سے دعا کی:

فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ"(۲)

"بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے ہے کہ نبوت سے قبل انہوں نے

---

(۱) الاعراف: ۲۳

(۲) الانبیاء: ۸۷

غلطی سے کسی کو قتل کردیا تھا تو انہوں نے اس اقرار کے ساتھ دعا کی:

"قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"(۱)

"پھر دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف فرمادے، اللہ تعالی نے اسے بخش دیا، وہ بخشش اور بہت مہربانی کرنے والا ہے"۔

اقرار گناہ اظہار ندامت ہے

دراصل اپنے گناہوں کا اقرار کرنا اللہ کے سامنے اظہار ندامت ہے اور اظہار ندامت ہی توبہ ہے، قرآن کریم نے یہ بات واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"وَآخَرُونَ اعْتَرَفُواْ بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُواْ عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"(۲)

"کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے اقراری ہیں، جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے، اللہ سے امید ہے کہ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بلاشبہ اللہ تعالی بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے"۔

شرعی ضابطہ

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں امام اسحاق موصلیؒ سے ایک ضابطہ نقل فرمایا ہے:

"الاعتراف یھدم الإقتراف"(۳)

---

(۱) القصص:۱۶

(۲) التوبۃ ۱۰۲

(۳) شعب الایمان للبیہقی، ۱۰/ ۵۵۸، رقم الحدیث: ۷۹۸۸، مکتبۃ الرشد

"(گناہوں کا) اعتراف کرنا تہمت یعنی گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

سلطان عبد الرحمن کا واقعہ

دسویں صدی عیسوی میں سلطان عبد الرحمن الناصر خلافت امویہ کا سب سے مشہور حکمراں تھا، جو عبد الرحمن ثالث اور عبد الرحمن اعظم کے ناموں سے بھی مشہور ہے، اس کے زمانہ میں ایک بار اندلس میں قحط پڑا، بہت سخت حالات پیدا ہو گئے۔ سلطان نے اپنا ایک خاص آدمی قاضی منذرؒ کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ آپ استسقاء کی نماز پڑھائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بارش برسائے۔ قاضی منذرؒ نے سلطان کے قاصد سے پوچھا، سلطان نے میرے پاس دعا کا پیغام بھیجا ہے مگر وہ خود کیا کر رہے ہیں؟۔ قاصد نے کہا:

"ما رأيته قط أخشع منه الآن، قد لبس خشِن الثياب، وافترش التراب، وجعله على رأسه ولحيته، وبكى، واعترف بذنوبه، ويقول: هذه ناصيتي بيديك، أتُرَاك تعذب هذا الخلق لأجلي؟"(۱)

"آج سے زیادہ ہم نے کبھی ان کو اللہ سے ڈرنے والا نہیں پایا، ان کا حال یہ ہے کہ وہ بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں، مٹی کے فرش پر سجدے میں گرے ہوئے تھے اور مٹی اپنے سر، داڑھی پر ڈال رہے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے اور اللہ سے کہہ رہے تھے: خدایا! میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، کیا تو میرے گناہوں کی وجہ سے لوگوں کو عذاب دے گا"۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ۷/۴۷۳، مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت

یہ سن کر قاضی مندر کے چہرے پر اطمینان ظاہر ہوگیا، انھوں نے قاصد سے کہا:

"یا غلام احمل المطر معك، فقد أذن الله بسقيانا"[1]

"اپنے ساتھ بارش لے کر واپس جاؤ، اب ضرور بارش ہوگی"۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے سے بھی دعا قبول ہوتی ہے؛ اس لئے اپنے رب سے توبہ کرو، ہمت کرو اور اپنی نگاہوں کو جھکا لو۔ انشاء اللہ دلوں کی بیماری ختم ہوجائے گی اور اللہ تعالی کا نور محسوس کروگے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



(۱) الکامل فی التاریخ، ۱/۷ ۳۴۷، مطبوعہ: دارالکتاب العربی بیروت

الله أكبر

(۲)
عفت و عصمت

نیچی نگاہیں

”قُلْ لِلْمُوْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِن اَبصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوا فُرُوجَھم ذٰلِکَ اَزْکٰی لھم“(سورۃالنور: ۳۱)

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔

عفت وعصمت

آج بے حیائی کا دور دورہ ہے، دنیا گناہوں کے سمندر میں غرق ہے، چاروں طرف فحاشی پھیلی ہوئی ہے، یقیناً اس کے بہت سے اسباب ہیں، مگر اس کا ایک سبب بدنظری اور نظر کی بے احتیاطی بھی ہے، یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کو شیطان انسان کے ہاتھ میں دے کر پوری طرح مطمئن ہو چکا ہے، اب اسے کبھی کسی طاغوتی منصوبے کو بروئے کار لانے میں زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی، یہ بدنظری خود بخود اس کی آرزوؤں کی خاطر خواہ تکمیل کر دیتی ہے۔

نظر کی حفاظت میں کوتاہی بے شرمی کی بنیاد، فتنہ وفساد کا مؤثر ذریعہ اور منکرات ومعاصی کا سب سے بڑا محرک ہے، تجربہ اور تحقیق سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کم سے کم ۷۰ رفیصد جرائم اور فحاشیاں محض اس بنیاد پر دنیا میں وقوع پذیر ہوتی ہیں کہ ان کی باقاعدہ تربیت سینما ہالوں، ٹی وی پروگراموں، موبائل کے بیہودہ ویڈیوز اور ایسی تقریبات کے ذریعے کی جاتی ہے، جس میں اچھی طرح غیر محرم عورتوں کو دیکھنے اور اختلاط کا موقع فراہم ہوتا ہے، اسی بدنظری کی پاداش میں بلند وبالا ورع وتقویٰ کے میناروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور ذراسی بداحتیاطی نے زندگی بھر کے نیک کاموں پر بدنما داغ لگا دیئے۔

اسلام کی اہم تعلیم

اسلام برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم رکھتا ہے۔ دنیا میں اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب بے حیائیوں پر روک لگانے والا نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں فحاشی کی بنیاد یعنی آنکھ کی بے احتیاطی کو سختی سے قابو میں کرنے کی تلقین کی گئی ہے یہ ایسی بنیاد ہے اگر صرف اس پر ہی قابو پالیا جائے تو ساری بے حیائیاں دنیا سے رخصت ہوسکتی ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوا فُرُوجَهم ذٰلِکَ اَزْکٰی لهم" (۱)

"آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس مہلک گناہ کو مٹانے کے لیے ارشاد فرمایا:

"النظرة سهم مسموم من سهام ابلیس من ترکها مِن مخافتی ابدلته ایمانا یجد حلاوته فی قلبه" (۲)

"نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اسے میرے خوف سے چھوڑ دے، تو میں اس کے عوض ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا"۔

رسول اللہ کی نصیحت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی:

---

(۱) سورۃ النور: ۳۱

(۲) الترغیب والترہیب: ۳/ ۴۲

"یا علي لا تتبع النظرة النظرة فإن لك الأولی ولیست لك الآخرة"(۱)

"علی! ایک مرتبہ بلا ارادہ دیکھنے کے بعد دوسری مرتبہ (اجنبی عورت کو) دیکھنے کا ارادہ مت کرنا اسلئے کہ پہلی (بلا ارادہ) نظر تو معاف ہے مگر دوسری مرتبہ دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔

پہلی نظر

شرح المشکاۃ للطیبی میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

"(نظر الفجاءة) وهي أن يقع النظر إلي الأجنبية من غير قصد بغتة فهو معفو، لكن يجب عليه أن يصرف بصره في الحال، وإن استدام النظر يأثم"(۲)

"اچانک نظر پڑنے کا مطلب ہے کہ بغیر ارادہ کے کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے؛ لیکن نظر پڑتے ہی اپنی نظر کو ہٹانا واجب ہے اور اگر نظر جمائے رکھی تو گنہگار ہوگا"۔

بدنظری آنکھوں کا زنا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدنظری کو آنکھوں کا زنا فرمایا، روایت میں ہے:

"فزنا العين النظر، وزنا اللسان المنطق۔(۳)

"آنکھ کا زنا بدنظری ہے اور زبان کا زنا غیر شرعی بات بولنا ہے"

---

(۱) مشکوۃ شریف، رقم الحدیث: ۳۱۱۰

(۲) شرح مشکوۃ للطیبی، باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات، رقم: ۳۱۰۴، ۷/۲۲۷۰، مطبوعہ: مکتبۃ نزار مصطفی الباز

(۳) بخاری، باب زنا الجوارح دون الفرج، ۵/۲۳۰۴ دار ابن اثیر، دار الیمامۃ دمشق

آنکھ کے زنا کی حقیقت

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں ''زنا العین'' (آنکھوں کے زنا) کی تشریح یہ کی ہے کہ اس سے مراد وہ دیکھنا ہے جو پہلی نظر کے بعد بھی نظر جما کے رکھے اور وہ دیکھنا بھی مراد ہے جو شہوت کی وجہ سے ہو:

"فقوله: (زنا العين) يعني: فيما زاد على النظرة الأولى التي لا يملكها، فالمراد النظرة على سبيل اللذة والشهوة..."(۱)

بدنظری پر لعنت

مشکاۃ میں حضرت حسنؓ کی ایک مرسل روایت ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لعن الله الناظر والمنظور إليه"(۲)

''(بالقصد) دیکھنے والے پر اور وہ جس کی طرف دیکھا جارہا ہے، دونوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے''۔

بدنظری حرام ہے

ان سب عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنظری کرنا حرام ہے۔ فقہاء کرام نے بھی بدنظری کو حرام لکھا ہے، علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

''کہ چند ضرورت والی صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں آزاد اجنبیہ عورت کو دیکھنا حرام ہے اور امرد کو شہوت کی نظر سے دیکھنا یا

(۱) بخاری، باب زنا الجوارح دون الفرج، ۲۲/۲۴۰: دار الیمامۃ بیروت

(۲) مشکاۃ، رقم الحدیث: ۳۱۲۵

شہوت پیدا ہونے کا شک ہو تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہے ،البتہ بغیر شہوت کے امرد کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے"(۱)

بدنظری کیا ہے؟

بدنظری کی حقیقت امام ابن کثیرؒ نے بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا، بالخصوص جبکہ شہوت کے ساتھ نگاہ ڈالی جائے، یا لذت حاصل کرنے کے لیے نگاہ ڈالی جائے خواہ غیر محرم کی تصویر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح ایسی چیز کو دیکھنا جس کے دیکھنے سے شریعت نے روکا ہو، بدنظری کہلاتا ہے، ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"هذا أمر من الله تعالى لعباده المؤمنين أن يغضوا من أبصارهم عما حرم عليهم، فلا ينظروا إلا إلى ما أباح لهم النظر إليه"(۲)

''اللہ تعالی نے مومنین بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ہر حرام کردہ چیز سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں اور انہیں چیزوں کو دیکھے جس کے دیکھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے"

بدنظری کی مذمت

بدنظری کی مذمت قرآن واحادیث میں واقع ہوئی ہے جیسا اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ بیشک بدنظری بہت سے حرام کاموں کو جنم دیتی ہے جو انسان کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں وہ حرام کام آدمی کو ذلیل کر دیتے ہیں، بدنظری کا زبردست وبال ان

(۱) شامی: ۱/ ۶۰۷ مصطفی البابی

(۲) ابن کثیر: ۶/ ۳۸

پر مسلط ہوتا ہے، بدنظری سے بچ کر آدمی سینکڑوں گناہوں اور آفتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بدنظری دراصل نفسانی خواہشات کی اتباع ہے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الفاظ سے یاد کیا ہے۔

جاہل قوم

اللہ رب العزت نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے متعلق فرمایا:

"بل انتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ"(۱)

بلکہ تم جاہلوں کی قوم ہو

ایک دوسری جگہ فرمایا:

"لعمرك إنهم لفي سكرتهم يَعْمَهُونَ"(۲)

"(اے پیغمبر!) تمہاری جان کی قسم وہ بے حیاء اپنی بدمستوں میں کھو گئے تھے"۔

فاسق لوگ

سورہ ہود میں گناہ گار یعنی فاسق کہا گیا ہے

"اليس منكُمْ رَجُلٌ رشيد"(۳)

"کیا تم میں کوئی بھی نیک آدمی نہیں ہے"۔

اندھے لوگ

سورہ قمر میں ایسے بے حیاء لوگوں کو اندھا فرمایا گیا ہے:

---

(۱) نمل: ۵۵

(۲) الحجر: ۷۲

(۳) هود: ۷۸

"فَطَمَسنَآ أَعیُنَھُم"(۱)

"ہم نے ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا"

آوارہ لوگ

سورہ اعراف میں ایسے لوگوں کو عزت وشرافت کی حدوں کو پھلانگنے والے یعنی آوارہ کہا گیا ہے

"بَل أَنتُم قَومٌ مُّسرِفُونَ"(۲)

"بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ (شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو"۔

مجرم لوگ

سورہ اعراف میں اس بے حیائی کے مرتکب لوگوں کو مجرم فرمایا گیا ہے اور ان کی سزا کو نشان عبرت بتایا گیا ہے:

"فَانظُر کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ المُجرِمِینَ"(۳)

"اب دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا (ہولناک) ہوا؟"

نافرمان لوگ

سورہ انبیاء میں اللہ تعالی نے اس برائی کی وجہ سے نافرمان قوم فرمایا ہے:

"إِنَّھُم کَانُوا قَومَ سَوءٍ فٰسِقِینَ"(۴)

"حقیقت میں وہ بہت برائی والی نافرمان قوم تھی"۔

---

(۱) قمر: ۳۷

(۲) اعراف: ۸۱

(۳) اعراف: ۸۴

(۴) الانبیاء: ۷۴

ہلاکت کی بددعا

سورہ عنکبوت میں حضرت لوط علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت کی بددعا فرمائی ہے:

"قَالَ رَبِّ انصُرنِي عَلَى القَومِ المُفسِدِين"(۱)

"میرے پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما"

قابل ملامت لوگ

شریعت مطہرہ نے ہر انسان کو جائز مقام میں اپنی شہوت پوری کرنے کی اجازت دی ہے؛ جو لوگ جائز جگہوں کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کی نگاہ میں لائق ملامت ہیں، سورہ مومنون میں ہے:

"وَالَّذِينَ هُم لِفُرُوجِهِم حٰفِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزوٰجِهِم أَو مَامَلَكَت أَيمٰنُهُم فَإِنَّهُم غَيرُ مَلُومِينَ ، فَمَنِ ابتَغَىٰ وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ العَادُونَ"(۲)

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی (ناجائز جگہوں سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں، ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں"۔

کتے کے مشابہ

خواہشات کی اتباع اور پیروی تمام برائیوں کی جڑ اور انسانیت کے لئے سم

---

(۱) العنکبوت: ۳۰

(۲) مومنون: ۵، ۶، ۷

قاتل ہے؛ اس لئے قرآن کریم نے خواہشات کے متبعین کو کتے کے مشابہ قرار دیا ہے؛ کیونکہ جس طرح کتا اپنی صفات کی وجہ سے ذلیل اور مردود ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالی کے حضور ان کی حیثیت یہی ہوتی ہے، سورہ اعراف میں ہے:

”وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُه كَمَثَلِ الكَلبِ“(۱)

”جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے“۔

بدنظری کا گناہ اور اس کی سزا

بدنظری محض نفسانی خواہشات کی اتباع ہے، جو اپنے دامن میں گناہوں کا سمندر رکھتی ہے اور اس کی ظاہری اور معنوی سزائیں شریعت نے سخت تجویز کی ہیں، قدرت کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ بدنظری کرنے والوں کا سکون غارت ہوجاتا ہے دل کی کیفیت کچھ ایسی ہوجاتی ہے کہ کوئی خیر کی بات دل میں نہیں اترتی، وہ باتیں ان کے لئے اجنبی ہوجاتی ہیں، درحقیقت خیر و برکت کے باب میں یہ بڑی سزا ہے، حضرت ابومحمد حریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”من استولت عليه النفس صار أسيرا في حكم الشهوات محصورا في سجن الهوى وحرم الله على قلبه الفوائد فلا يستلذ كلامه ولا يتسحليه وإن كثر ترداده على لسانه“(۲)

”جس پر اسی کا نفس حاوی ہوجائے وہ شہوات کا اسیر ہوجاتا ہے اور خواہشات نفس کی جیل میں قید ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل

(۱) سورۃ اعراف: ۶۷

(۲) طبقات الاولیاء: ۱۷، مکتبہ قاہرہ

پر فوائد کے نزول کو حرام کر دیتے ہیں اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے
کلام سے نہ لذت پا سکتا ہے نہ اس پر عمل کر سکتا ہے اگر چہ اس کا
مذاکرہ اس کی زبان پر کثرت سے ہو"۔

دیوار سے ٹکر

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تیری یہ کیا حالت ہے؟ عرض کیا:

" مرت بي امرأة فنظرت إليها فلم أزل أتبعها بصري
فاستقبلني جدار فضربني فصنع بي ماترى"(1)

میرے پاس سے ایک عورت گزری تھی میں نے اس کی طرف
دیکھ لیا، اس کے بعد میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے
سامنے ایک دیوار آ گئی جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ حالت
ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں"۔

بدنظری کی بڑی سزا

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بندے کو بدنظری کی سزا دنیا میں بھی دیدیتے ہیں۔ ایسے سینکڑوں واقعات ہیں جو لائق عبرت ہیں؛ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ابوعبداللہ ابن الجلاءؒ کہتے ہیں کہ میں کھڑے ہو کر ایک حسین صورت عیسائی لڑکی کو دیکھ رہا تھا تو میرے پاس سے حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ گزرے اور پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اے چچا آپ کا

(1) ذم الہوی: 127

کیاخیال ہے کہ (یہ حسین) صورت (کافر ہونے کی وجہ سے) دوزخ میں جلائی جائے گی، توانھوں نے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"لتجدن غبها ولو بعد حين"

"تم اس (بدنظری) کا وبال ضرور دیکھو گے اگرچہ کچھ مدت کے بعد"۔

تو ابن الجلاء فرماتے ہیں:

"فوجدت غبها بعد أربعين سنة أنسيت القرآن"(۱)

"میں نے اس کا وبال چالیس سال بعد دیکھا کہ مجھے قرآن کریم بھلادیا گیا"۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا بدنظری نہایت خطرناک گناہ ہے۔

بدنظری اور اس کی چند صورتیں

بدنظری صرف اس کا نام نہیں ہے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھ لیا یا بے ریش لڑکوں پر نظر ڈالی؛ بلکہ بدنظری ایک وسیع عنوان ہے جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں جو بہت سے طریقوں اور صورتوں کو اپنے اندر جذب کیے ہوئے ہے اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو بہت سی صورتیں سامنے آئیں گی جن میں سے چند بیان کی جاتی ہیں۔

دوسروں کے گھر میں تانک جھانک

بدنظری کی صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کسی دوسرے شخص کے گھر جائے اور داخل ہونے کی اجازت سے پہلے اس کے گھر میں یا کمرے میں دروازے، کھڑکی یا سوراخوں کے ذریعہ جھانکے، یقیناً یہ بھی ایک خطرناک صورت ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت وعیدیں وارد ہوئیں ہیں۔

(۱) حقیقۃ السنۃ والبدعۃ: ۹۴، مطبوعہ مطابع الرشید

(۱) مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے جو متفق علیہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من اطلع في بيت قوم بغير إذنهم، فقد حل لهم أن يفقؤا عينه“(۱)

”جو شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت نظر ڈالے تو گھر والوں کے لیے اس کی آنکھ پھوڑ دینا جائز ہے۔

(۲) حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”من ملأ عينيه من قاعة بيت قبل أن يؤذن له فقد فسق “(۲)

”جس شخص نے داخلے کی اجازت سے پہلے گھر کا صحن آنکھ بھر کر دیکھا اس نے گناہ اور فسق کا کام کیا۔

شرم گاہ کی طرف نظر کرنا

شرم گاہ دیکھنا یہ بھی بدنظری کی صورت ہے، یہ کسی بھی طرح جائز نہیں کہ انسان کسی کی شرمگاہ دیکھے اس سے بے شمار نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔ شریعت نے تو میاں بیوی کے لیے اور خود انسان کے لیے ہدایت کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے اور اپنی شرمگاہ دیکھنے سے پرہیز کریں۔

(۱) ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

”اذ اتی احدکم اهله فلیستتر ولایتجردان تجرد العیرین“(۳)

---

(۱) مسلم، رقم الحدیث: ۲۱۵۸

(۲) شعب الایمان، ۱۱/ ۲۲۲، رقم الحدیث: ۸۴۴۲، مکتبۃ الرشد

(۳) شعب الایمان، ۱۰/ ۲۱۷، رقم الحدیث: ۷۴۰۵، مکتبۃ الرشد

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی الامکان ستر پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہوجایا کریں“۔

معلوم ہوا کہ حیاء اور ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عائشہؓ کا معمول

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بیان فرماتی ہیں:

”ما رأيت منه ولا رأى مني يعني الفرج“(۱)

”پوری زندگی نہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا“۔

فقہاء امت نے لکھا ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا ستر دیکھ سکتے ہیں، فتاوی ہندیہ میں ہے:

”أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها إلى قدمها عن شهوة وغير شهوة وهذا ظاهر“(۲)

”بہر حال بیوی اور باندی کا بدن سر سے لیکر پیر تک دیکھنا جائز ہے“۔

لیکن آدابِ زندگی اور شرم وحیا کا انتہائی درجہ یہی ہے کہ شوہر اور بیوی بھی آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔ دراصل یہی غیرت کا تقاضہ ہے کہ انسان ایسے جائز اور مباح مقامات میں بھی فطرت سلیمہ کے اعلی کردار کا مظاہرہ کرے؛ اس لیے ہمیں بھی ستر پوشی میں حد درجے خیال رکھنا چاہئے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح ۷/۱۳۱۲، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

(۲) ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، ۵/۳۲۷، دار الفکر

اپنے ستر کی حفاظت

اس سے بڑھ کر حیاء کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہم تنہائی کے عالم میں بھی حتی الامکان اپنے ستر کو چھپانے کا اہتمام کریں؛ چنانچہ اس دنیا میں ایسے انسان بھی وجود میں آئے جنھوں نے حیاء کے اس تقاضے کو بھی پورا کیا اور تنہائی میں بھی ستر کھولنے سے احتراز برتا۔

ابوموسی اشعریؓ کی حیاء

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"أن أبا موسى الأشعري كان يلبس تبانًا ينام فيه مخافة أن ينكشف عورته"(۱)

"مشہور صحابی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سوتے وقت (لنگی کے نیچے) نیکر پہن کر لیٹتے تھے کہ کہیں سونے کی حالت میں ان کا ستر نہ کھل جائے"۔

ابوبکر صدیقؓ کی حیاء

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی شرم وحیا کو بیان کرتے ہوئے اپنی تقریر کے دوران فرمایا:

"يا معشر المسلمين استحيوا من الله، فوالذي نفسي بيده إني لأظل حين أذهب إلى الغائط في الفضاء متقنعًا بثوبي استحياء من ربي عز وجلّ"(۲)

"اے مسلمانوں! اللہ تعالی سے شرم کیا کرو اس ذات کی قسم جس

(۱) شعب الایمان، ۱۰/ ۱۹۸، رقم الحدیث: ۷۳۴۳، مکتبۃ الرشد

(۲) شعب الایمان، ۱۰/ ۱۷۱، رقم الحدیث: ۷۳۳۷، مکتبۃ الرشد

کے قبضہ میں میری جان ہے، میں جب قضائے حاجت کیلئے صحراء میں جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے شرم کی وجہ سے اپنے کپڑے لپیٹ کر جاتا ہوں (یعنی حتی الامکان ستر پوشی کا اہتمام کرتا ہوں)''

غسل کرتے وقت پردہ کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن الله حيي ستير، فإذا أراد أحدكم أن يغتسل فليتوار بشيء"(۱)

''اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا اور ستر پوشی پسند کرنے والا ہے۔ اس لیے جب تم میں سے کوئی غسل کا ارادہ کرے تو کسی چیز سے آڑ کرلے''۔

مگر افسوس کہ تنہائی میں ہم کیا اہتمام کرتے؛ بلکہ اس دور جدید میں آج دریاؤں، سمندر کے ساحل پر بھی ہم ستر کا خیال نہیں کرتے۔ یاد رکھئے! والدین کے اعمال واخلاق کا اولاد پر بہت اثر پڑتا ہے اگر ہم شرم وحیا کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ہماری اولاد بھی انھیں صفات وخصائل کی حامل ہوگی اور اگر ہم شرم وحیا کا خیال نہ رکھیں گے تو اولاد میں بھی اس طرح کے خراب جراثیم سرایت کر جائیں گے۔

ایک بڑا نقصان

علاوہ ازیں ستر پوشی میں لاپرواہی کا ایک اور نقصان حضرات فقہا نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی پر بھول اور نسیان کا غلبہ ہوجاتا ہے اور ضروری باتیں بھی یاد نہیں رہتیں:

(۱) شعب الایمان، ۱۰/ ۲۱۲، رقم الحدیث: ۷۳۹۶، مکتبۃ الرشد

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”زاد بعضھم: مما یورث النسیان أشیاء۔: منھا واللعب بالمذاکیر أو الذکر حتی ینزل، والنظر إلیہ“ (۳)

”بھول کا مرض پیدا کرنے والی چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی شرم گاہ سے کھیل کرے اوراس کی طرف دیکھے“۔

بہرحال نظر سے صادر ہونے والی نامناسب باتوں میں سے اپنے ستر پر بلا ضرورت نظر کرنا بھی ہے جس سے نظر کو محفوظ رکھنا چاہئے۔

(۳) ٹی وی اور موبائل کا غلط استعمال

بدنظری کی ایک اہم صورت فلم بینی اور فحش تصویریں دیکھنا بھی ہے۔ یقیناً یہ ہمارے سماج کی ایک اہم برائی ہے، آج کل ٹی وی اور موبائل کے ذریعہ جو پروگرام نشر کیا جارہے ہیں وہ نوپود اور نوخیز نسلوں کی زندگیوں کے لیے سم قاتل ہے۔ آج موبائل کے پردے پر ننگے اور انسانیت سے گرے ہوئے مناظر دیکھ کر ہمارے معاشرے میں ان کی نقل اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے اوراس کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ ہمارا رب اور ہمارا خالق ومالک تنہائیوں میں بھی ہمارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے، وہ اس بدترین حالت میں دیکھے گا تو اسے کس قدر ناگوار گزرے گا۔ ٹی وی اور موبائل پر نشر ہونے والا پروگرام ایک متمدن اور مہذب سماج کی پیشانی کا کلنک ہے جس سے اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کرنا ہر اچھے شخص کی ذمہ داری اوراس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔

نظر کے فتنوں سے حفاظت

بدنظری کا عمل اپنے نفس کی اصلاح کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ

---

(۳) شامی ۱/۲۲۵، مطبوعہ: شرکۃ مصر

ہےاور یہ عمل انسان کے باطن کیلیئے تباہ کن ہے کہ دوسرے گناہوں سے یہ بہت آگے بڑھا ہوا ہےاور انسان کے باطن کوخراب کرنے میں اس کا بہت دخل ہے۔ جب تک اس عمل کی اصلاح نہ ہواور نگاہ قابو میں نہ آئے اس وقت تک باطن کی اصلاح کا تصور محال ہے،نظر کی حفاظت کے بعد ہی انسان کو دینی رتبہ حاصل ہوسکتا ہے۔

انسانی جسم میں شیطان

ہم جانتے ہیں انسانی وجود کے پہلے دن سے ہی خیر وشر کی جنگ جاری ہے ،شیطان نہیں چاہتا کہ صالحیت اور پاکیزگی کی راہ پر چلے ،اس لئے شیطان نے اجتماعی اور انفرادی زندگی میں اپنے لئے جگہ جگہ کمیں گاہ تیار کررکھی ہیں جہاں سے وہ انسانوں کو گناہ اور فتنے کی دعوت دیتا ہے؛ چنانچہ شیطان مرد کو اس کی آنکھ،دل اور شرمگاہ کے ذریعہ گناہ کے لئے تیار کرتا ہے،آنکھ کے ذریعہ انسان بدنظری کرتا ہےاور پھر دل میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو حرام کاری کا تقاضہ کرتی ہے پھر شیطان شرم گاہ کے ذریعہ اس کو پورا کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اسی طرح شیطان نے عورت کی آنکھ،دل اور سرین میں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے،مرد بے حیا عورت کی سرین کے ذریعہ اس کی طرف مائل ہوتا ہےاور اپنی کوشش کرتا ہے جس کے نتیجہ میں عورت بھی بدنظری کرتی ہے اور دل غلط راستہ پر چلنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بالآخر دونوں گندے کاموں میں ملوث ہوجاتے ہیں،اس میں غور کیجئے کہ درحقیقت بدنظری ہی اس کا نقطہ آغاز ہے،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"الشيطان من الرجل في ثلاثة منازل في بصره وقلبه وذكره وهو من المرأة في ثلاثة منازل في بصرها وقلبها وعجزها"(۱)

(۱) الزہد لوکیع ۷۹۴،مکتبۃ الدار مدینہ

”شیطان مرد کی تین جگہوں میں ہوتا ہے۔ اس کی آنکھ میں، اس کے دل میں اور اس کی شرم گاہ میں اور عورت کے بھی تین جگہ میں ہوتا ہے اس کی نگاہ میں اس کے دل میں اور اس کی سرین میں“۔

ربیع ابن خثیمؒ کا اپنی نظر کی حفاظت کرنا

شیطان کی اس پلاننگ کو اللہ کے نیک بندوں نے خوب سمجھا ہے اور اپنی نظر کی حفاظت کر کے ان فتنوں کا سد باب کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كان الربيع بن خثيم يغض بصره فمر به نسوة فأطرق حتى ظن النسوة أنه أعمى فتعوذن بالله من العمى“(۱)

”حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی نگاہیں بند رکھتے تھے ایک مرتبہ انکے پاس سے چند عورتیں گزریں تو انھوں نے اسی طرح سے اپنی آنکھیں بند کرلیں، تو عورتوں نے یہی سمجھا کہ یہ نابینا ہیں اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اندھے پن سے پناہ مانگی“۔

عمرو بن مرہؒ کا پچھتاوا

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

” ما أحب أني بصير إني أذكر أني نظرت نظرة وأنا شاب“(۲)

”مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بینا ہوتا، میں وہ لمحہ نہیں بھولتا جب میں نے جوانی میں ایک مرتبہ (کسی غیر عورت) کو دیکھ لیا تھا“۔

---

(۱) ذم الھوی ۹۱

(۲) حلیۃ الاولیاء ۵/۹۵، مطبوعہ: مطبعۃ السادۃ مصر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت

حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

" يا بني، امش وراء الأسد والأسود، ولا تمش وراء امرأة"(۱)

"اے بیٹے شیر اور سانپ کے پیچھے چاہے تو چل لے، مگر عورت کے پیچھے مت چلنا"۔

حضرت مفتی اعظم شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"شیطان نیک آدمی سے یہ نہیں کہتا کہ تم زنا کرو، بلکہ پہلے ایک حسین صورت دکھاتا ہے اگر تم نے اس کی توجہ ذہن سے نہ نکالی تو بار بار آئے گا۔ پہلی نظر اختیاری نہ تھی دوسری اختیاری ہوگئی آگے چل کر وہی درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس سے وہ گناہ صادر ہو جاتا ہے"۔(۲)

بدنظری سے حفاظت کیلئے دعا کرنے والے

اس دنیا میں جہاں ایسے لوگ گزرے کہ وہ برے کام کرنے کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے تو وہیں ایسے لوگ بھی وجود میں آئے جو اپنی پاک دامنی اور گناہوں سے بچنے کے سبب اللہ کے مقرب بنے اور دنیا آج بھی ان کو یاد کرتی ہے، ان میں جب بھی گناہ کا جذبہ بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی اور گناہ سے بچ گئے۔

---

(۱) الزہد لاحمد بن حنبل ۴۳۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۲) ملفوظات مفتی اعظم: ۴۴۴

بدنظری سے بچنے کے لئے حیرت انگیز دعا

حضرت یوسف بن یونس بن حماس کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے:

''ان کے پاس سے ایک عورت گزری اور وہ ان کے دل میں اتر گئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی (کہ ان کی بینائی چھین لے)؛ چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد ایک زمانے تک اسی حالت میں مسجد تک آتے رہے کہ کوئی شخص ان کو مسجد تک لے آتا اور لے جاتا، ایک مرتبہ ان کو لے جانے والا آدمی مسجد سے چلا گیا اور ان کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ان کو گھر تک چھوڑ آتا، تو ان کے دل میں کچھ تحریک سی پیدا ہوئی اور وہ مسجد سے نکلے اور اللہ تعالیٰ سے بینائی کی واپسی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بینائی درست فرمادی پھر انتقال تک بینا رہے''۔ (۱)

حفاظت نظر کا انعام

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جہاں ہر طرف بے پردگی، بے حجابی، عریانی اور فحاشی کا بازار گرم ہے، ایسے میں اپنی نگاہوں کو بچانا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ ایک کڑوا گھونٹ ہے جس کو پینا نہایت دشوار کام ہے، مگر جن اللہ کے نیک بندوں کو ایمان کی حلاوت حاصل کرنا مقصود ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت منظور ہوتی ہے اور جن کو باطن کی صفائی، تزکیہ اور طہارت مدنظر ہوتی ہے وہ اس کڑوے گھونٹ کو ہمت کرکے پی جاتے ہیں اور جب ان کو عادت ہوجاتی ہے تو وہ لوگ اس کی حلاوت محسوس کرتے ہیں اور چین وسکون سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ

(۱) ذم الهوي: ۱۳۷

تعالیٰ ایسے لوگوں پر بے انتہا انعامات کی بارش فرماتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جنھوں نے اس کڑوے گھونٹ کو پیا تو ان کے مرنے تک ان کے جسم سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں آتی رہیں۔

نظر کی حفاظت پر پاکیزگی کا مزہ

حضرت ابونعیم اصبہانیؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النظرة الاولى خطأ والثانية عمد والثالثة تدمر. نظر الرجل الى محاسن المرأة سهم من سهام ابليس مسموم من تركها من خشية الله ورجاء ما عنده اثابه الله بذلك عبادة تبلغه لذتها"۔ (۱)

"پہلی بار دیکھنا غلطی ہے، دوسری بار دیکھنا جان کر گناہ کرنا ہے اور تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے، انسان کا عورت کے جسمانی محاسن دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جس مسلمان نے اسکو اللہ کے خوف سے اور اللہ کے پاس موجود انعامات کے حاصل کرنے کی امید میں چھوڑ دیا تو اللہ اس کی وجہ سے اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے، جو اس کو اپنی عبادت اور نظر کی پاکیزگی کا مزہ نصیب کرے گی"۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا نسخہ

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) حلیۃ الاولیا: ۲/ ۱۰۱

”غض البصر عن محارم الله یورث حب الله“[۱]

”اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو نہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے“۔

حفاظت نظر پر بے شمار انعامات

حضرت ابراہیم بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح نوجوان سے اپنا طویل مکالمہ نقل فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”میں نے ثعلبہ اور خزیمہ کے درمیان ایک جوان کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، جو لوگوں سے الگ تھلگ تھا اس کے پاس اخلاص و توحید کی دولت تھی اور اسے معرفتِ خداوندی حاصل تھی، اور اللہ پر مضبوط توکل رکھتا تھا یقیناً اس کا درجہ اور مقام بہت بلند تھا۔ میں نے اس جوان سے معلوم کیا کہ تم کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا تو اس جوان نے جواب دیا کہ ہر حرام چیز سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کر کے اور ہر منکر اور گناہ سے اجتناب کر کے مجھے یہ انعام حاصل ہوا“۔[۲]

معلوم ہوا کہ نظر کی حفاظت بے شمار انعامات کے حصول کا سبب ہے۔

خدا کے خوف سے گناہ سے بچنے والوں کا ثواب

گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ بدنظری کتنا سخت گناہ ہے اور اس میں انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوجاتا ہے، مگر جو لوگ اللہ کے خوف سے گناہ سے رک جاتے ہیں اور اپنی خواہشات کا صرف اللہ کی وجہ سے گلا گھونٹ دیتے ہیں

(۱) ذم الهوي: ۱۲۱

(۲) ذم الهوي: ۱۲۱

تو رب العالمین ایسے لوگوں کو بے شمار انعامات اور ثواب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

دو جنتوں کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”ولمن خاف مقام ربه جنتان“(۱)

”جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے خوفزدہ ہو گیا اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی“۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”هو الرجل يهم بالمعصية فيذكر الله فيدعها من خوفه“(۲)

”یہ دو جنتیں اس شخص کو عطا فرمائی جائیں گی جس نے گناہ کا ارادہ کیا پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے خوف سے گناہ کرنے سے رک گیا۔

زنا سے بچنے پر جنت کی بشارت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

”ومن قدر على امرأة أو جارية حراما فتركها مخافة منه أمنه الله يوم الفزع الأكبر وحرمه على النار وأدخله الجنة“(۳)

---

(۱) رحمن: ۴۶

(۲) تفسیر قرطبی ۱۷/۱۷۶، مطبوعہ: دار الکتب قاہرہ

(۳) نزہۃ المجالس ۱/۱۰۳، مطبوعہ: مصر

’’جس شخص نے کسی عورت یا لونڈی پر گناہ کی قدرت پائی اور اس کو خدا کے خوف سے چھوڑ دیا، تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی گھبراہٹ کے دن میں امن نصیب کریں گے، اور دوزخ اس پر حرام کریں گے اور جنت میں داخل فرمائیں گے‘‘۔

گناہ سے رکنا اعلیٰ ذکر ہے

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’ الذكر ذكران فذكر الله عز وجل باللسان حسن وأفضل منه أن يذكر الله عندما يشرف عليه من معاصيه‘‘(۱)

’’ذکر کی دو قسمیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے کرنا تو خوب ہے مگر (۲) اس سے افضل ذکر یہ ہے کہ انسان اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے گناہ سے رک جائے جب وہ گناہ میں مبتلا ہونے لگا ہو‘‘۔

اقوال اولیاء

حضرت بلال بن سعید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

’’لا تنظر في صغر الخطيئة ولكن انظر من عصيت‘‘(۲)

’’تم گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو؛ بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو‘‘۔

گناہ کا چھوڑنا آسان ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) الورع لابن ابی الدنیا ۵۸، دار السلفیۃ کویت

(۲) ذم الہوی: ۱۸۲

”یا بن آدم ترك الخطيئة أيسر من طلب التوبة“[۱]

”اے انسان گناہ کا چھوڑنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے“۔

گناہ چھوڑنا اللہ کو محبوب ہے

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ما عُبِد الله بشيء قط أحب إليه من ترك المعاصي“[۲]

”گناہ چھوڑنے سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک کوئی عبادت نہیں“۔

گناہ سے بچنے والا صدیق ہے

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أعمال يعملها البر والفاجر ولا يتجنب المعاصي إلا صديق“[۳]

”اچھے عمل تو نیک لوگ بھی کرتے ہیں اور گنہ گار بھی؛ لیکن گناہوں سے وہی بچتا ہے جو صدیق ہوتا ہے“۔

گناہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ما عصى الله عبد إلا أذله الله تبارك وتعالى“[۴]

”جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل فرمادیتے ہیں“۔

---

(۱) الزہد لابن احمد بن حنبل ۲۲۴، دالکتب العلمیۃ بیروت

(۲) ذم الہوی ۱۸۴

(۳) ذم الہوی ۱۸۲

(۴) روضۃ المحبین ۲۲۱، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت

بدنظری سے بچنے کا علاج

مضمون بالا سے معلوم ہوگیا کہ بدنظری باطن کو خراب کرنے کے ساتھ ذلت ورسوائی کا بھی سبب بنتی ہے لہٰذا اس کا علاج بہت ضروری ہے؛ تاکہ انسان کو اس سے حفاظت کے سبب دنیا اور آخرت کی سرخ روئی نصیب ہو۔

بدنظری کا علاج ہمارے اکابرؒ نے تجویز فرمایا ہے کہ جب پہلی ہی نظر میں نگاہ کو پابند کرکے اللہ کے احکام کی پابندی کرلیں گے تو بدنظری اور بے شمار آفات سے نجات حاصل ہوجائے گی اور اگر بار بار بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے تو نظر نے جو کچھ دل میں تخم ریزی کی ہوگی، اس کو نیست ونابود کرنا بہت مشکل ہوجائے گا۔ جب بدنگاہی ہوجائے تو اس کی گہرائی میں نہ جائیں؛ بلکہ اس کے نتائج بد کی فکر کریں اور اللہ کا خوف دل میں لائیں، اور ہمت سے کام لیکر یہ طے کریں کہ یہ نگاہ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی اس کے بعد چاہے دل کتنا تقاضہ کرے نگاہ مت ڈالو۔

حضرت تھانویؒ کا علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کو بدنگاہی سے بچانے کی کچھ تدبیریں بیان فرمائی ہیں، فرماتے ہیں:

> ''اگر کوئی عورت نظر آئے اور نفس یہ کہے کہ ایک دفعہ دیکھ لے کیا حرج ہے؛ کیونکہ تو بدفعلی (زنا) تو کرے گا ہے نہیں۔ تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ نفس کا مکر (دھوکہ) ہے اور نجات کا طریقہ یہ ہے کہ عمل نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے یہ شیطان کا مضبوط فریب ہے۔ (۱)

(۱) ملفوظات حضرت تھانوی

اکابرؒ کی ایک تدبیر

ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم نے نظر کی حفاظت کے لئے ایک تدبیر ارشاد فرمائی ہے جو بہت مفید ہے:

> ''یہ جو گناہ کے داعیے اور تقاضے پیدا ہوتے ہیں۔ان کا علاج اس طرح کرو کہ جب دل میں یہ سخت تقاضہ پیدا ہو کہ اس نگاہ کو غلط جگہ استعمال کرو،تو اس وقت ذرا سا یہ تصور کرو کہ اگر میرے والد مجھے اس حالت میں دیکھ لیں یا میری اولاد میری اس حرکت کو دیکھ لے،تو کیا پھر بھی میں اس عمل کو جاری رکھوں گا۔ظاہر ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی میری اس حرکت کو دیکھ رہا ہوگا تو میں اپنی نگاہیں نیچی کرلوں گا اور یہ کام نہیں کروں گا چاہے دل میں کتنا ہی شدید تقاضہ کیوں نہ ہو''۔(۱)

نگاہیں نیچی رکھنا

بدنظری سے بچنے کا ایک طریقے وہی ہے جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

> ''قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا من اَبصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهم ذٰلِکَ اَزْکٰی لهم''(۲)

> ''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں،یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے''۔

---

(۱) ملفوظات اکابر

(۲) نور:۳۰

انسان کو مجالس، تقاریب اور راستے میں گزرتے وقت نگاہوں کو نیچا رکھنا چاہئے اس کے ذریعہ بھی آدمی اس بدنظری سے بچ سکتا ہے؛ کیونکہ اللہ نے جس وقت شیطان کو جنت سے نکالا تو شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں پر آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں طرف سے حملہ کروں گا۔ شیطان نے صرف دوسمتوں کو یعنی اوپر اور نیچے کو چھوڑ دیا۔ تو شیطان کے حملے سے صرف اوپر، نیچے کی سمت محفوظ ہے۔ اب اگر نگاہ اوپر کر کے چلو گے تو ٹھوکر کھا کر گرو گے اس لئے اب ایک راستہ رہ گیا کہ نیچے کی طرف نگاہ کر کے چلو تو انشاء اللہ شیطان کے چاروں حملوں سے محفوظ رہو گے۔

اصلاح دل کی دعا

ہمارے جسم میں دل ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ اپنی جسامت میں معمولی ہونے کے باوجود پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے ہمارا دیکھنا، سننا، بولنا اور افعال واعمال حتی کہ فکر ونظریات اسی جگہ سے پروان چڑھتے ہیں، اس لئے اس دل کی اصلاح کی فکر ہونا چاہئے، عملی اقدامات کے ساتھ دل کی اصلاح کا اہتمام بھی ہونا چاہئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"إن العبد إذا أخطأ خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء، فإذا هو نزع واستغفر وتاب سقل قلبه، وإن عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه" (۱)

"جب مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا ہے تو یہ نکتہ پورے

(۲) ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۳۴

دل میں پھیل جاتا ہے اور پورا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے، (اور دل کو عبادت کی لذت محسوس نہیں ہوتی)''۔

تو انسان جب تک بدنظری کرتا رہے گا اور توبہ نہیں کرے گا تو اس کا دل بھی زنگ آلود ہو جائے گا اور دل پر اچھا اثر ختم ہو جائے گا۔

توبہ کے بعد گناہ

دیکھئے! جب انسان کسی دنیاوی مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرماتے ہیں، تو جب انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا، اے اللہ مجھے گناہ سے بچا دیجئے، دین پر چلا دیجئے، سنت پر چلا دیجئے، تو یقیناً اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ اس میں قبول نہ ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اور اگر خدانخواستہ پھر دوبارہ گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی ہے؛ بلکہ دعا تو قبول ہوئی اگر بالفرض دوبارہ گناہ ہو بھی گیا تو اس توبہ کی برکت سے دوبارہ ان شاء اللہ توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔

یہی وہ چیزیں ہیں کہ جس کے کرنے سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پختہ ہو جاتا ہے۔ عزت و شہرت دنیا میں بھی اس کے قدم چومتی ہے اور آخرت میں بھی اس کو اعلیٰ مقام ملتا ہے۔

تمام گناہوں سے بچنے کا صرف ایک نسخہ

علماء نے لکھا ہے کہ صرف بدنظری ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر گناہ سے بچنے کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں: (۱) انسان اللہ تعالیٰ سے اس گناہ سے دور رہنے کی دعا کرتا رہے، (۲) اور اپنے عمل و ہمت سے اس کام سے دور رہے۔

اگر ان میں سے ایک چیز ہے ایک چیز نہیں ہے۔ صرف عا کرتے رہو اور ہمت

نہ کرو تو کام نہیں چلے گا۔ مثلاً ایک آدمی مشرق کی طرف بھاگ جا رہا ہے اور دعا کر رہا ہے کہ اے اللہ مجھے مغرب پہونچا دے۔ تو دعا کیسے قبول ہوگی۔ پہلے ضروری ہے کہ اپنے رخ کو مغرب کی طرف کرے اور پھر دعا کرے ورنہ وہ دعا نہیں بلکہ مذاق ہے۔ اس لیے ہمیں دونوں کام کرنے چاہئے۔ بعد میں اس کا نتیجہ برآمد ہوگا۔ بس یہی نسخہ بدنظری سے بچنے کیلئے کافی ہے اور ساری طاعات کو حاصل کرنے کا بھی یہی نسخہ ہے۔

حاصل کلام

یہ بدنگاہی کا عمل اپنے نفس کی اصلاح کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور یہ عمل انسان کے باطن کیلئے اتنا تباہ کن ہے کہ دوسرے گناہوں سے یہ بہت آگے بڑھا ہوا ہے جب تک اس عمل کی اصلاح نہ ہو اور نگاہ قابو میں نہ آئے اس وقت تک باطن کی اصلاح کا تصور محال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم گناہ سے ہم سب کو بچائے اور ان نصائح پر ہمیں اور تمام مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں برباد ہوں
اب تو اس دل کو بنانا ہے ترے قابل مجھے



(۳)

دعا

سے غفلت کے تین اسباب

اللہ کا وعدہ

”وَقَالَ رَبُّکُمُ ادعُونِي أَستَجِب لکُم إِنَّ الّذِینَ یَستَکبِرُونَ عَن عِبَادَتِي سَیَدخُلُونَ جَھَنَّمَ دَاخِرِینَ“(مومن ۶۰)

”اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے“۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا
سے غفلت کے تین اسباب

نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له، و اشهد ان لا اله إلا الله و اشهد أنّ سيدنا و مولانا محمداً عبده ورسوله وصلى الله تعالى على النبى الامى وعلى اله وأصحابه وبارك وسلّم تسليماً كثيراً، أمّا بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادعُونِي أَستَجِب لَكُم، إِنَّ الَّذِينَ يَستَكبِرُونَ عَن عِبَادَتِي سَيَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ"(۱)

" تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے"۔

سامعین گرامی قدر!

آپ حضرات جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عبادات کے مختلف طریقے رکھے

(۱) مومن: ٦٠

ہیں، ان عبادتوں میں سے ایک عبادت اللہ کے سامنے دعا کرنا ہے۔ اسلام میں دعا کی بڑی اہمیت ہے۔

دعا عبادت کا مغز ہے

ایک حدیث میں دعا کو عبادت کا جوہر اور مغز بتایا ہے؛ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الدعاء مخ العبادة"[1]

"دعا عبادت کا مغز ہے"

دعا کے مغز ہونے کی وجہ

دعا عبادت کا مغز ہے؛ اس لئے کہ عبادت کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز اور بندگی اور عاجزی کا اظہار ہے، اور دعا کا جزو کل، اول و آخر اور ظاہر و باطن عاجزی اور بندگی ہی ہے؛ اس لئے دعا ہر عبادت کا جوہر اور مغز ہے؛ چنانچہ ہر عبادت کے ساتھ یا بعد میں دعا ضرور ہونی چاہئے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی اعلیٰ کردار والی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وکانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون، وبالأسحارھم یَستَغفِرُونَ"[2]

"متقی لوگ رات میں بہت کم سوتے ہیں اور آخر شب میں استغفار کرتے ہیں"۔

---

(۱) ترمذي، کتاب الدعوات، باب: ما جاء في فضل الدعاء، الرقم: ۳۳۷۱

(۲) ذاریات: ۱۷، ۱۸

یعنی وہ عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: خدایا! عبادت میں جو ہم سے کوتاہی ہوگئی ہے اس کو معاف فرما۔ صحابہ کرام ؓ کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت کے بعد، خاص طور پر نمازوں کے بعد عاجزی، بندگی اور انکساری کا اظہار رب العالمین کے سامنے ہونا چاہئے؛ کیونکہ ہماری عبادات ان کے حقوق کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہیں اترتیں، یہ عاجزی اسی کوتاہی کا اقرار ہے اور اسی کو ہم ''دعا'' کہتے ہیں اور یہی عبادت کا جوہر اور خلاصہ ہے۔

دعا عین عبادت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خلاصہ عبادت کی وجہ سے دعا کو ہی عین عبادت فرمایا ہے، حدیث شریف میں ہے:

''الدعاء هو العبادة''(۱)

''دعا عین عبادت ہے''۔

میں نے شروع میں سورۃ المومن کی آیت تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالی نے دعا سے غفلت برتنے والوں کو اور دعا سے اعراض کرنے والوں کو اپنی عبادت سے اعراض کرنے والا شمار فرمایا ہے اور ان کے لئے سزا کا وعدہ کیا ہے:

''إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ''(۲)

''بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم رسید ہوں گے''۔

---

(۱) ترمذي، كتاب الدعوات، باب: ماجاء في فضل الدعاء، الرقم: ۳۲۷۲

(۲) المومن: ۶۰

اس آیت میں عبادت سے مراد دعا ہے،[1] اس سے معلوم ہوا کہ دعا اور عبادت ایک چیز ہیں۔

دعا سے تقدیر بدل سکتی ہے

جب اوپر کے نصوص سے سمجھ میں آ گیا کہ دعا عبادت کا جوہر اور خلاصہ ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر عبادات کے مقابلہ اس کی قوت تاثیر بھی زیادہ ہوگی، ایک روایت میں دعا کی قوت تاثیر کو بیان کیا گیا ہے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ"[2]

"دعا کے علاوہ کوئی چیز تقدیر کو بدل نہیں سکتی[3] اور حسن سلوک کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔"

---

(۱) الدر المنثور ۷/۳۱۰، دار الفکر بیروت

(۲) ترمذي، کتاب القدر، باب: ماجاء لا یرد القدر إلا الدعاء، الرقم: ۲۱۳۹

(۳) مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: دعا اور حسن سلوک کی قوت تاثیر اور اہمیت بیان کرنا ہے یعنی اگر کوئی چیز قضاء وقدر کو پھیر سکتی ہے تو وہ دعا ہی پھیر سکتی ہے مگر تقدیر اٹل ہے وہ ٹل نہیں سکتی اور کوئی چیز زندگی میں اضافہ کر سکتی ہے تو وہ حسن سلوک ہی کر سکتا ہے۔ مگر موت طے ہے، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اور حدیث کا یہ مطلب مسئلہ تقدیر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یعنی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہونے کے اعتبار سے سوچنے کی صورت میں ہے، مگر چونکہ بندوں کی طرف سے تقدیر معلق ہوتی ہے یعنی اسباب ومسببات کے دائرہ میں ہوتی ہے، اور بندوں کو پہلے سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مقدر کیا ہے؟ اس لئے بندوں کے اعتبار سے دعا سے صورت حال بدل جاتی ہے، برے احوال اچھے احوال سے منقلب ہو جاتے ہیں، بدحالی خوش حالی سے متبدل ہو جاتی ہے اس لئے خود بھی دعا کرنی چاہئے، اور اللہ کے نیک بندوں سے بھی دعاء کرانی چاہئے۔ (تحفۃ الالمعی ۵/۴۹۸، حجاز دیوبند)

دعا کرنے والے پر رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں

دعا چونکہ رب العالمین کے سامنے عاجزی، بندگی اور اظہار انکساری کا نام ہے؛ اس لئے اللہ تعالی کو دعا بہت پسند ہے، دعا کرنے والوں پر اللہ تعالی خصوصی توجہ فرماتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة وما سئل الله شيئا يعني احب إليه من ان يسال العافية"(۱)

"تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے، اور اللہ کو یہ بہت پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے"۔

تقریر کا موضوع

اتنی تفصیل سے آپ حضرات کے ذہن میں دعا کی فضیلت اور اہمیت تازہ ہوگئی ہوگی، دراصل آج یہ موضوع نہیں ہے؛ بلکہ آج کا موضوع دعا کے سلسلہ میں لوگوں کے ایک سوال کا جواب ہے، عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ: دعا کرنے کے لئے طبیعت تیار نہیں ہوتی، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ سے دعا کریں، اپنے چھوٹے بڑے معاملات میں اپنے خالق و مالک کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، مگر جب دعا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو دل تیار نہیں ہوتا، تو آج تقریر کا موضوع یہی مسئلہ ہے کہ دعا میں اتنی غفلت کیوں ہے؟

میں نے اس مسئلہ پر بہت غور وخوض کیا تو معلوم ہوا کہ تین اسباب کی وجہ سے دعا میں غفلت ہوتی ہے اور دعا میں دل نہیں لگتا۔ ہمارے ذہنوں میں وہ تین

(۱) مشکوۃ، رقم الحدیث: ۲۲۳۹

باتیں بیٹھ گئی ہیں؛ اس لئے ہم دعاؤں کا اہتمام نہیں کرتے، اگر ہم ان تین باتوں کی حقیقت سمجھ کر ان کو اپنے دماغ سے نکال دیں تو مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ غفلت دور ہوجائے گی۔

دعا سے غفلت کا پہلا سبب

دعا سے غفلت کا پہلا سبب محض ''اسباب پر نظر'' ہونا ہے، اسباب اور اپنی تدبیر پر نظر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی پر نظر نہیں رہتی اور جب صورت حال ایسی ہوجاتی ہے تو دعا سے غفلت ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ نے کائنات کا ایک ظاہری نظام بنایا ہے وہ یہ ہے کہ سبب پائے جانے پر مسبب وجود میں آتا ہے، یعنی امور اختیاریہ انسانی تدبیر، کوشش اور اسباب پر مبنی ہیں، پہلے جان لیجئے کہ ''سبب'' کیا ہے؟ مولانا اعلی تھانویؒ نے ابن فورکؒ کے حوالہ سے سبب کی تعریف کی ہے:

''ھو مایتوصل بہ الی امر مطلوب''(۱)

''سبب وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعہ امر مطلوب تک پہنچا جائے''

سبب اور مسبب

پھر ہر سبب کا کوئی نہ کوئی اثر ہوتا ہے جو اس سبب کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے اسی کو ''مسبب'' کہا جاتا ہے تو جب سبب پایا جائے تو مسبب پایا جاتا ہے مثلاً آگ سبب ہے کسی چیز کے جلنے کا۔ آگ میں کوئی چیز ڈالو تو وہ جل جائے گی، اسی طرح سورج کا نکلنا سبب ہے روشنی کا؛ چنانچہ جب سورج نکلتا ہے تو روشنی ہوتی ہے، سورج غائب ہوجائے تو دنیا میں اندھیرا ہوجاتا ہے۔

ان مثالوں سے آپ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کائنات کا نظام کچھ

(۱) کشاف اصطلاحات الفنون ۳/۱۲۷

ایسا ہی بنایا گیا ہے کہ سبب پایا جائے تو مسبب وجود میں آجاتا ہے؛ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان اسباب میں اللہ تعالی اثر پیدا فرماتے ہیں، اگر اللہ چاہیں تو ان اسباب کی وجہ سے مسبب وجود میں آجاتا ہے اور اگر چاہیں تو اس اثر کو ختم فرما دیتے ہیں اور مسبب وجود میں نہیں آتا۔

اس لئے امور غیر اختیاریہ کے ساتھ ساتھ امور اختیاریہ میں بھی دعا کی سخت ضرورت ہے، اگرچہ بظاہر امور اختیاریہ کا وجود اسباب اور تدبیر و کوشش پر مبنی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو امور اختیاریہ میں بھی بہت ساری چیزیں اور اسباب غیر اختیاری ہیں، اللہ کی مشیت اور مدد کے بغیر بندہ اس کا نظم نہیں کرسکتا، صرف دعا ہی اس کا علاج ہے، مثال سے سمجھو:

امور اختیاریہ میں دعا کی ضرورت

کھیتی کرنے میں ہل بیج اور زمین کی ضرورت ہوتی ہے یہ ساری چیزیں اختیاری ہیں، بندہ ان کو حاصل کر بھی لے تب بھی اناج اور غلہ حاصل کرنے کے لئے کچھ اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو بندہ اللہ کی عطا اور بخشش کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا، جیسے بیج بونے کے بعد ضروری ہے کہ پالا نہ پڑے اور ایسی کوئی آفت نہ آئے جو کھیتی کو ضائع کردے، اگر ماحول سازگار رہا تو کھیتی غلہ اگانے کے لائق ہوجاتی ہے اور کسان کو اناج مل جاتا ہے ورنہ بوائی کے شروع میں کچھ ایسا ہوجاتا ہے کہ کیڑے مکوڑے کھیتی اگنے سے پہلے ہی ختم کردیتے ہیں اور اگر کھیتی اگ گئی اور کھیت لہلہانے لگا پھر کوئی مصیبت آجاتی ہے جس سے ساری کھیتی برباد ہوجاتی ہے اور زمین والے کو کچھ ہاتھ نہیں آتا، یہ مسئلہ قرآن کریم میں ہے اللہ نے سوال کیا ہے کہ بیج تم ڈالتے ہو مگر یہ بتاؤ کھیتی اگاتا کون ہے؟ ارشاد باری تعالی ہے:

”اَفَرَءَیتُم مَّا تَحرُثُونَ، ءَاَنتُم تَزرَعُونَهٗ اَم نَحنُ الزّٰرِعُونَ“(۱)

”اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، کیا اسے تم اگاتے ہو یا اگانے والے ہم ہیں“؟

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں بندوں کی تدبیر اور کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتیں پس ثابت ہوگیا کہ امور اختیاریہ میں بھی اسباب کے ساتھ دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسباب پر اتنا یقین کیوں؟

مگر اللہ جانے مسلمانوں کے لاشعور میں یہ بات کیسے بیٹھ گئی ہے کہ امور اختیاریہ میں مسبب کا وجود سبب اور تدبیر کے بغیر نہیں ہوسکتا، سبب ہوگا تبھی مسبب ہوگا، ہم نہیں جانتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک وجہ جدید تعلیم کا اثر بھی ہوسکتا ہے؛ کیونکہ کالجوں اور یونیورسٹی میں ایک موضوع پڑھایا جاتا ہے جس کو سائنس کہتے ہیں، اہل سائنس کا کہنا ہے کہ سبب کی بنیاد پر ہی مسبب وجود میں آتا ہے، انہوں نے اپنے گمان میں اللہ کے نظام فطرت کو تجویز کرلیا ہے کہ یہ دنیا اللہ کی بنائی ہوئی ہے، ان کی یہ بات صحیح ہے؛ لیکن آگے جو بات کہتے ہے وہ بہت خطرناک ہے۔

اہل سائنس کی رائے

اہل سائنس کہتے ہیں کہ اللہ نے دنیا کو بنایا اور پھر دنیا کا نظام ایک خاص ترتیب پر بنایا اب یہ نظام خود بخود چل رہا ہے، کوئی اس کو بدلنا چاہے تو بدل نہیں سکتا، یہاں تک کہ اللہ تعالی بھی نہیں بدل سکتے، اس کو مثال سے سمجھو: چابی والی گھڑی میں جب چابی بھر دی جائے تو گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے اگر اس میں کوئی تبدیلی کرنا

(۱) الواقعۃ: ۶۳، ۶۴

چاہے تو تبدیلی نہیں کرسکتا۔ شروع میں وہ گھڑی چابی بھرنے والے کی محتاج ہے، لیکن جب چابی بھردی گئی پھر وہ گھڑی اپنے چلنے میں کسی کی محتاج نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی تبدیلی ہوسکتی ہے۔

تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہ دنیا بنائی اور اس کا نظام بنایا اور جب نظام فطرت بنا کر کے فارغ ہو گئے تو ساری دنیا اس نظام کے تحت چل رہی ہے اس کو اب کوئی بدلنا چاہے تو نہیں بدل سکتا۔

ان کے نظریہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آگ کو جلانے کے لئے پیدا کیا ہے، آگ جب بھی جہاں بھی ہوگی وہ جلانے کا کام کرے گی، ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان کو آگ میں ڈال دو اور آگ اس کو نہ جلائے، اگر ان لوگوں کی یہ بات مان لی جائے تو اللہ کا فاعل باختیار ہونا ختم ہو جائے گا اور مشیت خداوندی کا تعطل ہو جائے گا حتی کہ دین ومذہب کا انکار ہو جائے گا۔

اسباب بندوں کی تسلی کے لئے ہیں

ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کی اور نظام قانون بنایا اور مختلف چیزوں کے لئے مختلف اسباب پیدا کئے؛ لیکن وہ اسباب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، ان میں اثر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ سبب اپنا کام کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہے گا تو وہ سبب اپنا کام نہیں کرے گا، ان اسباب کی تاثیر کو مثال سے سمجھو: ریل گاڑی گارڈ کے سرخ جھنڈی دکھانے سے رک جاتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ اس سرخ جھنڈی میں کوئی تاثیر ہے جس سے ریل رک جاتی ہے تو یہ بیوقوفی ہے؛ کیونکہ ریل سرخ جھنڈی سے نہیں رکی؛ بلکہ ڈرائیور کے روکنے سے رکی ہے، سرخ جھنڈی صرف علامت ہے۔ اسی طرح اسباب اور تدبیر

علامات ہیں جو بندوں کی تسلی کے لئے ہیں اصل کام تو اللہ کے اختیار میں ہے، اس کی مثال دیکھئے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈال دیا لیکن آگ نے نہیں جلایا۔ اگر اہل سائنس کا ضابطہ صحیح ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا کر خاک کر دینا چاہئے تھا؛ کیونکہ سبب پایا گیا تو اس کی تاثیر یعنی جلانا بھی پایا جانا چاہئے، مگر اللہ تعالی نے اس سبب کی تاثیر یعنی جلانے کو ختم کر دیا؛ اس لئے آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔ قرآن کریم میں اللہ فرماتے ہیں:

"قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلَىٰ إِبْرٰهِيمَ"(۱)

"(چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا اور) ہم نے کہا:
اے آگ! ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا"۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے اگر اسباب ہوں گے تو مسبب یعنی ہمارا مطلوبہ کام ہوگا؛ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا ہم اپنی ضروریات حتی کہ اختیاری امور میں بھی دعا سے غافل ہو گئے، ہماری پوری توجہ اسباب کو مہیا اور جمع کرنے پر ہی لگی رہتی ہے اس طرف ذہن ہی نہیں جاتا کہ جو ذات ہماری خالق اور مالک ہے، اسباب کے اندر تاثیر پیدا کرنے والی ہے اور کائنات کا نظام اس کی مشیت کے تحت جاری ہے اس سے مانگا جائے، اس سے لو لگائی جائے، یہ دعا سے غفلت کا پہلا سبب ہے۔

محض اسباب پر نظر ہونے کا نقصان

محض اسباب پر نگاہ ہونے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان میں

(۱) انبیاء ۶۹

قوت یقینیہ کی کمی ہوجاتی ہے جو دعا قبول ہونے اور دعا کا اثر ظاہر ہونے لئے بہت ضروری اور دعا کی روح ہے، اگر دعا کرنے والے کو اللہ کی ذات پر یقین کامل نہ ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فَلْيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ وَ لَا يَقُوْلَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِيْ فَاِنَّهُ لاَ مُسْتَكْرِهَ لَهُ"(۱)

"جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ سے پختہ ارادے کے ساتھ سوال کرے اور یوں نہ کہے اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی نہیں کرسکتا"۔

اگر انسان کو رب کائنات پر یقین ہو تو اللہ تعالی ناقص اسباب کی صورت میں ؛ بلکہ اسباب کے بغیر بھی دعا قبول فرما کر اس کو مطلوبہ چیز عنایت فرمادیتے ہیں کتابوں میں ایسے بے شمار واقعات اور مثالیں موجود ہیں کہ اسباب کے بغیر رب العالمین نے دعا کرنے والے کی مطلوبہ چیز قوت یقینیہ کی وجہ سے عطا فرمادیا۔

تنور میں روٹیاں

حدیث شریف میں ایک عورت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے: ایک عورت نے صرف اپنا تنور جلایا پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالی سے دعا کی:

"اللھم ارزقنا"(۲)

---

(۱) مسلم، باب العزم، بالدعاء ولا یقل إن شئت، رقم الحدیث: ۲۶۷۸

(۲) مسند أحمد: ۱۶/ ۳۸۴، رقم الحدیث: ۱۰۶۵۷، موسسۃ الرسالۃ

یہ واقعہ مختلف کتب احادیث میں مختلف انداز سے وارد ہوا ہے، ان میں سے اکثر کتب میں یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے

''اے اللہ تو ہمیں رزق عطا فرمایا''

بس اتنی دعا کی، اس عورت کو اللہ کی رزاقی پر پورا یقین تھا؛ چنانچہ اس نے دیکھا پورا تنور روٹیوں سے بھرا پڑا ہے۔

اس واقعہ میں غور کرو کہ روٹی حاصل کرنے کے لئے جن اسباب یعنی آٹے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب یہاں ندارد ہیں، مگر اس کو روٹیاں مل گئیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض اسباب نہیں؛ بلکہ اللہ کی مشیت بھی ضروری ہے۔ اس عورت کی قوت یقینیہ مضبوط تھی، اس کو اللہ تعالی کی رزاقی پر پورا یقین تھا اور اسی یقین کے ساتھ اس نے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوگئی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ

یہ قوت یقین صرف ایمان والوں کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اگر کوئی کافر بھی اسی یقین کے ساتھ اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالی اس کی دعا بھی قبول فرماتا ہے، اس کو ایک قرآنی مثال سے سمجھو، قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں:

''وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى
وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ''۔ (۱)

''اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو؛ چنانچہ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، کہ اس نے

کہ یہ ایک انصاری صحابی کا واقعہ ہے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گزشتہ زمانے میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ ہے۔

(۱) بقرہ ۳۴

انکار کیا اور متکبرانہ رویہ اختیار کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا''۔
ابلیس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:
''مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسجُدَ اِذ اَمَرتُکَ''۔ (۱)
''جب میں نے تجھے حکم دے دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟

ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی دلیل

ابلیس نے جواب دیا اور اس جواب میں اپنے سجدہ نہ کرنے کی دلیل بھی دی، چنانچہ اس نے کہا:
''اَنَا خَیرٌ مِّنهُ، خَلَقتَنِی مِن نَّارٍ وَّ خَلَقتَهٗ مِن طِینٍ''۔ (۲)
''میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اور اس کو مٹی سے پیدا کیا''۔

ابلیس کی دلیل کی بنیاد اس بات پر تھی کہ مٹی اور آگ کی فطرت اور خصوصیت الگ الگ ہے اگر آگ روشن کی جائے تو وہ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور مٹی کی خصوصیت یہ ہے کہ مٹی کا ڈھیلا اوپر پھینکا جائے تو ایک حد تک اوپر جا کر زمین پر واپس آجاتا ہے، تو گویا آگ کا مقام مٹی سے بلند ہے اسی وجہ سے وہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھے جس مادہ سے پیدا کیا ہے وہ مادہ اپنی فطرت کے لحاظ سے اعلیٰ ہے تو میں بھی اعلیٰ ہوں اور جس مادہ سے آدم کو پیدا کیا گیا ہے وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے پست ہے اس لئے آدم کا مقام مجھ سے چھوٹا ہے اور میں اپنے سے مقام میں چھوٹے کو سجدہ نہیں کر سکتا۔

---

(۱) اعراف: ۱۲

(۲) اعراف: ۱۳

ابلیس کا یہ عمل اللہ تعالی کے حکم کا صاف صاف انکار تھا جس کی وجہ سے ابلیس کافر ہو گیا:

''اَبٰی وَ استَکبَرَ وَ کَانَ مِنَ الکٰفِرِینَ''۔(۱)

''اس نے انکار کیا اور متکبرانہ رویہ اختیار کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا''۔

ابلیس کی دعا قبول ہو گئی

ابلیس کے انکار کی وجہ سے رب العالمین کو غصہ آ گیا پھر اللہ تعالی نے غصہ کی حالت میں فرمایا:

''فَاهبِط مِنهَا فَمَا یَکُونُ لَکَ اَن تَتَکَبَّرَ فِیهَا فَاخرُج اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِینَ''(۲)

''اچھا تو یہاں سے نیچے اتر، کیونکہ تجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے۔ اب نکل جا، یقینا تو ذلیلوں میں سے ہے''۔

اب سامعین غور فرمائیں کہ ابلیس نے ابھی اللہ کا حکم ماننے سے انکار کیا ہے اور اللہ تعالی بذات خود حالت غضب میں ہے لیکن ابلیس کو یقین تھا کہ اللہ تعالی سے کچھ مانگا جائے اور دعا کی جائے تو اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں؛ چنانچہ اسی قوت یقینیہ کی وجہ سے اس حالت غضب میں بھی اللہ تعالی سے دعا کی کہ مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دیدیں اور اللہ تعالی نے اس کی دعا کو قبول فرمایا، قرآن کریم میں ہے:

''اَنظِرنِی اِلٰی یَومِ یُبعَثُونَ، قَالَ اِنَّکَ مِنَ المُنظَرِینَ''(۳)

''مجھے اس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دیدے جس دن

(۱) بقرہ: ۳۴

(۲) اعراف: ۱۳

(۳) اعراف: ۱۴

لوگوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ اللہ نے فرمایا:
تجھے مہلت دے دی گئی''۔

آپ غور کرو! اس واقعہ میں دعا کرنے والا کون؟ جس نے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالی غصہ میں ہے لیکن اس کا فر شیطان ابلیس کے اندر قوت یقینیہ ہے اس کو معلوم ہے کہ اگر میں دل سے دعا مانگوں گا تو اللہ میری دعا کو قبول کرے گا اور اللہ نے دعا قبول کی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دعا کے لئے قوت یقینیہ کی ضرورت ہے اور وہ قوت یقینیہ تب تک پیدا نہیں ہوگی جب تک محض اسباب سے نظر ہٹا کر اللہ پر نا کی جائے۔

حضرت علاء ابن الحضرمیؓ کی دعا

ایک واقعہ سے اور بات کو سمجھو! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا دور خلافت تھا، (۱) بحرین کے علاقہ میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے، حضرت علاء ابن الحضرمیؓ (۲) کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بلایا اور فرمایا بحرین کے علاقہ میں مرتدین سے مقابلہ کی تیاری

---

(۱) یہ واقعہ کب پیش آیا؟ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں پیش آیا چنانچہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ نے (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۹۳، دار الحدیث مصر) میں صراحت کی ہے کہ بحرین میں جب کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے مقابلہ کے لئے حضرت علاء ابن الحضرمیؓ کو بحرین بھیجا۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ واقعہ دور نبوی کا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء ابن الحضرمیؓ کو بھیجا تھا؛ چنانچہ ابونعیم اصبہانیؒ نے (دلائل النبوۃ ۵۷۳، دار النفائس بیروت) میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے اور اس میں صراحت ہے کہ حضرت علاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین بھیجا تھا اور سمندر والا واقعہ اسی سفر میں پیش آیا تھا۔

(۲) حضرت علاء ابن الحضرمی کا اصلی وطن حضر موت ہے۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بحرین کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بحالت جہاد آپ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۱۶۲، دار الحدیث مصر)

کرو؛ چنانچہ لشکر تیار ہوا اور حضرت علاء بن الحضرمیؓ لشکر کو لیکر نکلے، ان کو حکم تھا بحرین جلدی پہنچو، راستہ میں سمندر پڑا، جب وہ سمندر کے پاس پہنچے تو کشتی کا انتظام نہیں تھا، حضرت علاء بن الحضریؓ کے ساتھی کہنے لگے: کچھ مدت یہاں ٹھہرتے ہیں؛ تاکہ کشتیوں کا انتظام کرلیں پھر ان کشتیوں پر سوار ہو کر اس سمندر کو پار کریں گے۔

حضرت علاءؓ کہنے لگے نہیں، مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حکم دیا ہے کہ مجھے جلد سے جلد بحرین پہنچنا ہے؛ اس لئے میں انتظار نہیں کرسکتا اور ہاتھ اٹھا کر پوری قوت یقین کے ساتھ اللہ سے دعا کی:

"اے اللہ تو نے موسیٰ کی برکت سے بنی اسرائیل کو سمندر میں راستہ دیا تو ہمیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس سمندر میں راستہ دے دیجئے"۔ (۱)

یہ دعا کر کے پورے لشکر نے اس دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے اور وہ دریا پار کر گئے۔ (۲) حضرت ابوہریرہؓ اس سفر کا آنکھوں دیکھا حال سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) حضرت علاء ابن الحضرمیؓ کی دعا ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی؛ البتہ خطبات حکیم الامت (۱۷/۳۱۶) میں یہی الفاظ منقول ہیں اور دلائل النبوۃ لابی نعیم اصبہانیؒ (۵۷۳، دار النفائس، بیروت) میں دعا کے الفاظ الگ الگ منقول ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علاءؓ نے فرمایا: سموا اللہ یعنی اللہ کا نام لو اور سمندر میں اتر جاؤ۔ اور دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/۵۳، دار الکتب العلمیہ) میں دعا کے الفاظ اس طرح ہیں: يَا عَلِيمُ يَا حَلِيمُ يَا عَظِيمُ يَا عَلِيُّ فَاجْعَلْ لَنَا سَبِيلًا إِلَى عَدُوِّكَ۔

(۲) حضرت علاءؓ کی کئی کرامات روایت میں ہیں، ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ میں نے ان کی تین کرامتیں دیکھیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے زیادہ تعجب خیز کون سی ہے۔ پہلی وہی ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

۲) واپسی میں ہم نے ایک صحرائی سفر اختیار کیا۔ ہمارے پاس پانی نہیں تھا۔ ہم نے حضرت

”وما بل الماء أسفل خفاف إبلنا“ (۴)

”اور ہماری سواریوں کے تلوے ہی تر ہوئے تھے“۔

درحقیقت یہ ان کی دعا اور قوت یقین کا کمال تھا اور یہ یقین اس لئے تھا کہ ان لوگوں کی نگاہ اسباب پر نہیں؛ بلکہ اللہ کی طاقت اور قدرت پر تھی اور جب ہمارے اندر یقین کی کمی آتی ہے تو ہم اسباب پر نگاہ رکھتے ہیں اللہ کی ذات پر ہماری نگاہ نہیں ہوتی ہے۔

قوت یقینیہ پر ایک لطیفہ

یہاں ایک لطیفہ! سنو حضرت تھانویؒ نے ایک قصہ بیان کیا ہے: ایک مولانا بسم اللہ کے فضائل پر تقریر کررہے تھے اپنی تقریر کے دوران انہوں نے کہا:

”بسم اللہ میں ایسی طاقت ہے کہ اس کو پڑھکر جو کام کیا جائے وہ کام ہوجاتا ہے“۔

ایک تقریر سننے والے جاہل کے دل میں یہ بات اتر گئی اور اس نے سوچا کہ مولانا نے تو آج بڑا فارمولہ بتا دیا، اس کے گاؤں کے باہر ایک ندی تھی جس کو پار کرنے کے لئے کشتی کا سہارا لینا پڑتا تھا اور ملاح دریا پار کرانے کی اجرت لیتا تھا اس طرح اس شخص کو آنے جانے میں کئی روپے خرچ کرنے پڑتے تھے، اس نے سوچا کہ اب کشتی کا سہارا لئے بغیر بسم اللہ پڑھ کر دریا پار کرلیا کرونگا چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھتا اور

علاء کو بتایا۔ انہوں نے دو رکعتیں ادا کیں اس وقت ڈھال کی طرح ایک بادل نمودار ہوا اس نے اپنا منہ کھول دیا اور خوب پانی برسایا۔ ہم نے خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

۳) دوران سفر حضرت علاء کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے ریت میں ہی دفنا دیا۔ تھوڑی دور جاکر خیال آیا کہ کہیں درندے ان کو نکال کر کھا نہ لیں۔ جو ریت کو ہٹایا تو وہ اپنی قبر میں موجود ہی نہیں تھے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصبہانی، ۵۷۳، دار النفائس بیروت)

(۴) دلائل النبوۃ لابی نعیم اصبہانی، ۵۷۳، دار النفائس بیروت

دریا میں پیر ڈالتا اور نکل جاتا۔

ایک دن اس نے انہی مولانا کی دعوت کی، مولانا ندی کے پار قریب کے ہی ایک گاؤں میں رہتے تھے وہ مولانا کے پاس گیا اور کہا مولانا میرے ساتھ چلئے اور ساتھ لیکر دریا کے کنارہ آ گیا اور مولانا سے کہا چلئے دریا پار کرتے ہیں، مولانا نے جواب دیا کشتی آئے گی تبھی تو چلیں گے، اس آدمی نے مولانا کا ہاتھ پکڑا بسم اللہ پڑھی اور دریا میں پیر ڈال دیئے چنانچہ وہ دریا پار کر گئے۔ (۱)

اس واقعہ میں ایک بسم اللہ کی فضیلت بیان کرنے والا ہے اور دوسرا اس فضیلت کو سننے والا، اس کے اندر قوت یقینیہ ہے اللہ تعالی نے اس کے لئے دریا میں راستہ دے دیا اور مولانا کے اندر وہ قوت یقینیہ پیدا نہیں ہوئی؛ اس لئے وہ حالات پیدا نہیں ہوئے۔

حضرت گنگوہیؒ کا تعویذ

اصل ہے قوت یقین یعنی اللہ کی ذات پر بھروسہ، یہی تعویذ کے مسئلہ میں ہے، تعویذ کے مؤثر ہونے میں بھی قوت یقینیہ کا بہت دخل ہے، اسی لئے ہمارے بعض بزرگوں کا حال یہ تھا اگر کوئی مسلمان آدمی ان سے تعویذ لینے کے لئے آتا اور وہ تعویذ لکھ کر کے دیتے تو یہ کہہ دیتے تھے کہ اس تعویذ کو کھول کر مت دیکھنا ورنہ کوئی نفع نہیں ہوگا، کیوں؟ اس لئے کہ ان کو پتا تھا اگر اس آدمی نے یہ تعویذ کھول کر دیکھ لیا اور پڑھ لیا کہ میں نے کیا لکھ کر دیا ہے اور اس کے دل میں یہ بات آ گئی کہ یہ الفاظ اس کام کے لئے نہیں ہے اور یہ دعا اس کام کے لئے نہیں ہے تو اس کے یقین میں کمی آ جائے گی اور اس کو نفع نہیں ہوگا۔

حضرت گنگوہی کا قصہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی حضرت کے پاس آیا

(۱) خطبات حکیم الامت ۱۷/۳۱۶

اور کہا کہ حضرت ایسے ایسے مقدمہ چل رہا ہے کوئی تعویذ بتا دیجئے کہ میں مقدمہ جیت جاؤں، فرمایا: مجھے تعویذ نہیں آتا۔ اس نے اصرار کیا، تو حضرت نے تعویذ لکھ دیا اور اس کا کام ہو گیا، بعد میں کچھ لوگوں نے اس تعویذ کو کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا:

''اے اللہ میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں، یہ تیرا بندہ اور غلام، تو جانے اور تیرا کام''(۱)

حضرت نے اس تعویذ میں یہ جملہ لکھا اور اس تعویذ کی برکت سے اس شخص کا مقدمہ حل ہو گیا۔

میرے بھائیو!

اس پوری تفصیل سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ اسباب کی وجہ سے مسبب کا وجود ہوتا ہے، یہ بات مکمل صحیح نہیں ہے، ہم لوگوں پر اس بات کا اثر یہ ہوا جب بھی ہم امور اختیاریہ میں سے کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہماری نگاہ اسباب اور اس کے جمع کرنے پر جاتی ہے اور پوری محنت اسی پر صرف ہوتی ہے، اللہ تعالی پر ہماری نظر نہیں جاتی اور جب تک اللہ تعالی پر ہماری نگاہ نہیں ہو گی تو ہم دعا سے غفلت ہی برتیں گے؛ جبکہ درحقیقت ہماری نگاہ اللہ رب العزت کی ذات پر ہونی چاہئے اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اسباب توکل کے خلاف نہیں ہیں

اس وضاحت سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو جائے کہ ہم اسباب اختیار کرنے سے منع کر رہے ہیں، ایسی بات نہیں ہے، اسباب بھی باختیار حق ہیں؛ البتہ اسباب اور تدبیر کے اعتماد پر اللہ تعالی سے قطع نظر کرنا بڑی غلطی ہے، امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیار، سب میں دعا کی ضرورت ہے، اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہر کام میں

(۱) ملفوظات حکیم الامت ۴/ ۲۹۵

اسباب اور تدبیر بھی کی جائے اور دعا بھی کی جائے، جیسے کوئی شخص اولاد چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ پہلے وہ اسباب وتدبیر کرے یعنی پہلے نکاح کرے اور پھر اولاد کے لئے دعا کرے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ اسباب اختیار کرنا اللہ پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسباب بھی اختیار فرمائے اور دعا بھی فرمائی، اس کو مثال سے سمجھو:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسباب اختیار کرنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت مقدادؓ[1] جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو کچھ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر ہی قیام کیا، ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کام دیا کہ تم بکریوں کو جنگل میں چرانے لے جایا کرو، شام میں ان کا دودھ نکالو تم بھی پیو اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلاؤ اور تھوڑا دودھ میرے لئے رکھو؛ تا کہ میں رات میں پیوں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق روزانہ یہی کام کرتے تھے، بکریوں کو جنگل میں لے جاتے، شام کو دودھ نکالتے خود بھی پیتے ،اپنے ساتھیوں کو پلاتے اور تھوڑا دودھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رکھ دیتے اور آپ نوش فرماتے۔

---

(۱) مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کا نسب اس طرح ہے: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن عامر۔ ان کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا جو نواحِ یمن میں حضر موت میں رہتا تھا۔ مقداد اپنے قبیلہ سے نکل کر مکہ میں رہائش پزیر ہو گئے تھے جہاں اسود نامی شخص کے ساتھ منسلک رہے یا انھیں اسود نامی شخص نے پالا جس کی وجہ سے آپ کو مقداد ابن الاسود کہا جانے لگا۔ مقداد بن اسود نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ و مدینہ میں گزارا۔ آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے، آپ پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بعض روایات کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں آپ ساتویں نمبر پر ہیں۔ آپ اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار فرماتے تھے۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں کہیں تشریف لے گئے تو حضرت مقدادؓ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہوسکتا ہے آج اللہ کے رسول کی کہیں دعوت ہو اور آپ وہاں کھانا تناول فرمالیں تو یہ دودھ بے کار جائے گا؛ اس لئے حضرت مقداد نے خود دودھ پی لیا، دودھ پیتے ہی خیال آیا کہ ہوسکتا ہے اللہ کے رسول نے کھانا نہ کھایا ہو اور دودھ میں پی گیا، اب یہ بڑے پریشان اور بے چین ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تناول فرمائیں گے، سونے کے لئے بستر پر لیٹے تو بے چینی میں نیند نہیں آتی تھی۔

جب کافی رات گزر گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ کا معمول تھا کہ گھر کے افراد سوجاتے تو آپ آہستہ سے دروازہ کھولتے اور آہستہ سے سلام کرتے تھے؛ تاکہ کسی کی نیند خراب نہ ہو، اگر کوئی بیدار ہوتا تو سلام کا جواب دے دیتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معمول کے مطابق گھر میں تشریف لائے اور دودھ نوش فرمانے کے لئے برتنوں کی طرف گئے، حضرت مقدادؓ بیدار تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ دودھ نہیں ہے تو دعا فرمائی:

"اللھم اطعم من اطعمنی"۔ (۱)

مکہ مکرمہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے باوجود آپ مشرکین مکہ سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ آپ کو دو بار ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بار مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری بار حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف۔ آپ بہت خوش قسمت انسان تھے۔ حضرت مقداد خود فرماتے ہیں کہ "جب ہم لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو ایک گھر میں دس دس افراد ٹھہرائے گئے۔ جن دس افراد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی گھر میں ٹھہرنے کا شرف حاصل ہوا ان میں ایک میں بھی تھا۔ ان کا انتقال ستر سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ۳۳ھ میں ہوا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ۲/ ۱۱۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۵۵

’’اے اللہ جس نے مجھے کھانا کھلایا تو اس کو کھانا کھلا‘‘۔

اس دعا کے ترجمہ میں غور کرنے سے بات سمجھ میں آئے گی؛ حالانکہ ہماری ناقص عقل یہ کہتی ہے کہ دعا یہ نہیں کرنی چاہئے تھی؛ بلکہ دعا یہ کرنی چاہئے تھی: کہ اے اللہ تو آسمان سے دسترخوان نازل کردے اور میرے لئے کھانا بھیج دے، مجھے کھانا کھانا ہے۔ اللہ کے رسول نے ایسی دعا نہیں کی ہے؛ بلکہ یہ دعا کی ،اے اللہ! جو مجھے کھانا کھلائے تو اس کو کھانا کھلا، ہمارے گھروں میں کھانا خود نہیں آتا کوئی نہ کوئی کھانا ہم تک پہنچانے کا سبب اور ذریعہ بنتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھانے کا ظاہری سبب اور ذریعہ حضرت مقدادؓ تھے۔ تو یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے کھانے کے لئے اسی سبب اور ذریعہ کو اللہ پر توکل کے ساتھ اپنی دعا میں شریک کیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ جو مجھے کھانا دیتا ہے تو اس کو کھانا دے؛ تا کہ وہ مجھے کھانا پہنچادے۔

جب حضرت مقدادؓ نے یہ بات سماعت فرمائی تو چار پائی سے کھڑے ہو گئے ان کو یقین تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی ہے وہ دعا ضرور قبول ہوگی؛ کیونکہ میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ لا کر دینے کا ذریعہ اور سبب ہوں، مجھے ہی دودھ ملے گا؛ چنانچہ وہ بکریوں کے ریوڑ کی طرف دوبارہ گئے ،جو لوگ جانور پالتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب ایک مرتبہ جانور کا دودھ دوھ لیا جاتا ہے تو دوبارہ نہیں دوہا جاتا، ابھی حضرت مقدادؓ جنگل سے بکریاں لے کر آئے ہیں اور ان کا دودھ دوھ چکے ہیں اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سننے کے بعد حضرت مقدادؓ نے ان بکریوں سے دودھ نکالا تو اتنا دودھ نکلا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیٹ بھر کے پیا اور حضرت مقدادؓ کو بھی دوبارہ پلایا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دعا میں توکل کے ساتھ ساتھ سبب کو بھی شریک کیا ہے؛اس لئے اسباب اور تدبیر اختیار کرنا توکل

کے خلاف نہیں ہے۔ بس اتنا ضروری ہے کہ امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاریہ، سب میں اسباب اختیار کرنے کے ساتھ اللہ تعالی سے دعاؤں کا بھی اہتمام کریں، اس سے بے نیازی برتنا اچھا نہیں ہے۔

دعا سے غفلت کا دوسرا سبب

دوسرا سبب جس کی وجہ سے ہم دعا سے غفلت برتتے ہیں، وہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہم اس قابل کہاں ہیں کہ اللہ تعالی سے دعا کریں، درحقیقت یہ شیطانی وسوسہ ہے جو تواضع کے رنگ میں اس کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ دراصل یہ نہ تو تواضع ہے اور نہ اللہ تعالی سے شرم وحیاء۔

شیطانی وسوسہ

اس خیال کے شیطانی وسوسہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم کوئی گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر گناہ نہیں چھوڑتے کہ ہمیں اللہ تعالی دیکھ رہا ہے یا اللہ کو ہم کیا منہ دکھائیں گے؛ بلکہ نڈر ہو کر گناہ کرتے ہیں؛ حالانکہ یہی تواضع اور شرم وحیاء کا موقع ہے۔ صرف دعا کرتے وقت ہی یہ تواضع والی باتیں ہمارے ذہن میں کیوں آتی ہیں ؟ اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ نہ تواضع ہے اور نہ اللہ سے شرم وحیاء۔ بلکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جو تواضع کے رنگ میں بندے کو سجھایا جا رہا ہے، اس احساس کی وجہ سے بندہ اللہ کے حضور دعا سے رک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جب یہ وسوسہ ذہن میں پیوست ہو جاتا ہے تو دعا سے غفلت ہونے لگتی ہے۔ ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہمت کر کے اس وسوسہ کو اپنے ذہنوں سے نکال دیں اور جب بھی ہمارے دماغ میں یہ بات آئے کہ میں کیسے دعا کروں؟ مجھے شرم آتی ہے تو فوراً سمجھ لو کہ شیطان ہمارے اوپر حاوی ہو گیا ہے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھ کر کے دعا کرو۔

دعا سے غفلت کا تیسرا سبب

دعا سے غفلت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہے ہم دعا اس لئے نہیں کرتے کہ ہماری دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔

اللہ کے بندوں!

اللہ تو رحمان اور رحیم ہے وہ تو دعا کو قبول کرتا ہے قرآن کریم میں اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم مانگو گے تو میں قبول کرونگا، سورہ مومن میں ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادعُونِي أَستَجِب لكُم إِنَّ الَّذِينَ يَستَكبِرُونَ عَن عِبَادَتِي سَيَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ"(۱)

"اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر دعا کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوگی۔ اگر قبول نہیں ہوتی ہے تو مانگنے والے کو اپنی ذات اور اپنی دعا میں غور کرنا چاہئے کہ کہیں مجھ میں تو کمی نہیں جس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہو رہی۔ فی الوقت ایسی دو باتیں میرے ذہن میں ہیں کہ جن کی وجہ سے دعائیں رد کر دی جاتی ہیں۔

خشوع خضوع کے ساتھ دعا کرنا

۱) دعا قبول نہ ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم خشوع خضوع اور دل کی توجہ کے ساتھ دعا نہیں کرتے، بے توجہی اور لاپرواہی کے ساتھ دعا کرنے والے لوگ اللہ

(۱) مومن: ۶۰

کو پسند نہیں اور اللہ تعالی ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں فرماتے۔حدیث شریف میں اس کی وضاحت موجود ہے؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ان اللہ لا یستجیب الدعاء من قلب غافل لاہ“(۱)

”یاد رکھو! اللہ تعالیٰ غافل اور بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا“۔

غافل دل کی مثال

اس حدیث شریف میں صاف اعلان ہے کہ غفلت اور بے توجہی کے ساتھ دعا کرنے والوں کی دعا بارگاہ رب العالمین میں نہ سنی جاتی ہے اور نہ منظور کی جاتی ہے دنیا میں معاشرتی اصول وضابطے بھی یہی تقاضہ کرتے ہیں کہ کسی حاکم سے اپنی درخواست کرتے وقت پوری توجہ اسی کی طرف رکھی جائے، جبکہ اللہ تعالی تو حاکموں کے حاکم ہیں،اس حالت کو حضرت تھانویؒ نے مثال دے کر سمجھایا ہے:

> ”کسی شخص کو بادشاہ سے کوئی کام ہے اس نے درخواست لکھی اور اپنے ایک دوست کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں درخواست لیکر حاضر ہوا اور پھر وہاں پہنچ کر اپنی پیٹھ بادشاہ کی طرف کر کے درخواست پڑھ کر سنانے لگا،دو جملے پڑھتا ہے اور رک کر اپنے ساتھی سے مزاق کرنے لگتا ہے، پھر دو جملے پڑھ کر اپنے ساتھی سے ٹھٹھا کرنے لگتا ہے۔ اس کی حرکت بادشاہ کو بری لگے گی اب بادشاہ اس کی درخواست قبول نہیں کرے گا؛ بلکہ شاہی آداب بجانہ لانے کی وجہ سے سزا دے گا“(۲)

---

(۱) ترمذی، رقم الحدیث: ۳۴۷۹

(۲) خطبات حکیم الامت ۱۷/ ۳۷۲

اس مثال کی روشنی میں بے توجہی ،غفلت اور آداب کی رعایت کے بغیر کی جانے والی دعا کی حالت کو سمجھا جا سکتا ہے، بے شک ایسی دعا رد کئے جانے کے لائق ہے، دعا کرنے والے کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

گناہ کی دعا کرنا

دعا قبول نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کسی گناہ کی دعا کرے۔ ایسی صورت میں دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ ایسی دعاؤں کا قبول نہ کرنا ہی اللہ تعالی کی رحمت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا یزال یستجاب للعبد ما لم یدع بإثم، أو قطیعة رحم، ما لم یستعجل قیل: یا رسول الله ما الاستعجال؟ قال: یقول: قد دعوت وقد دعوت، فلم أر یستجیب لي فیستحسر عند ذلك، ویدع الدعاء"۔[1]

جب تک کوئی بندہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور مقبولیت کے معاملہ میں جلد بازی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔ عرض کیا گیا، اللہ کے رسول جلد بازی کرنا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ عیہ وسلم نے فرمایا: جلد بازی یہ ہے کہ وہ کہے: میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی اور مجھے نظر نہیں آتا کہ میرے حق میں قبول کرے گا۔ پھر مایوس ہو کر تھک جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔

بعض مرتبہ اکثر دعائیں گناہ کی ہوتی ہیں لیکن ہمارا ذہن اس طرف نہیں جاتا

(۱) مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۳۵

کہ یہ گناہ کی دعا ہے جیسے کسی موروثی زمین کے جھگڑے میں کوئی دعا کرے کہ اے اللہ! یہ ساری زمین مجھے دیدے۔ یہ گناہ کی دعا ہے؛ اس لئے کہ اس زمین میں دوسرے ورثاء کا بھی حق ہے، ان کے حصہ لینے کی دعا کرنا گناہ ہے۔

خلاف حکمت دعا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعا میں قبولیت سے مانع تو کوئی نہیں ہے؛ لیکن خلاف حکمت و مصلحت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے، یہی رب العالمین کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اس کو مثال سے سمجھو: ایک چھوٹا بچہ آگ کے انگارے کو اچھا سمجھ کر اپنے منہ میں ڈالنے کی کوشش کرے تو والدین اس کے ہاتھ سے وہ انگارہ چھین لیتے ہیں اور ایسا کرنے سے باز رکھتے ہیں یہی والدین کی شفقت ہے اور یہی حکمت و مصلحت کا تقاضہ ہے، اگر والدین ایسا نہ کریں تو اس بچہ کو نقصان ہوسکتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ

اللہ تعالی عالم الغیب والشھادۃ ہیں، ان کو سب خبر ہے کہ ایسا معاملہ ہو تو کیا احوال پیش آئیں گے؛ چنانچہ اگر وہ دعا اس بندہ کے لئے مناسب نہیں ہے تو اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے، حضرت شیخ جلال الدین رومیؒ نے مثنوی میں اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کی حکایت نقل فرمائی ہے اس سے بات بالکل واضح ہوجائے گی:

ایک شخص نے حضرت موسی علیہ السلام سے یہ دعا کرائی کہ آنے والے کل کی بات مجھے معلوم ہوجایا کرے، حضرت موسی علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ ایسی دعا کی تمنا نہ کرو اس سے تمہیں پریشانی ہوجائے گی، اس شخص نے نصیحت نہ مانی اور اسی دعا پر اصرار کرنے لگا؛ چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے دعا کردی اور وہ قبول

ہوگئی۔اس کو معلوم ہوا کہ کل میرا گھوڑا مر جائے گا تو فورا گھوڑا بازار لے کر گیا اور بیچ آیا، وہ بہت خوش ہوا کہ اس دعا کی برکت سے وہ ایک بڑے نقصان سے بچ گیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ کل اس کا غلام مر جائے گا وہ اس کو بھی بیچ آیا اب اس کی خوشی دہری ہوگئی پھر اس کو معلوم ہوا کہ کل وہ خود مر جائے گا وہ بہت پریشان ہوا اور موسی علیہ السلام کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ اب میں کیا کروں۔موسی علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو وحی آئی کہ تجھ کو اس دعا سے منع کیا گیا تھا؛لیکن تو نہ مانا آخر تو نے نتیجہ دیکھ لیا۔اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک مصیبت آنے والی تھی تجھ کو اس مصیبت سے بچانے کے لئے ہم نے چاہا کہ وہ جانور پر پڑ جائے،تو نے اس کو فروخت کر دیا پھر ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو تو نے اس کو بھی جدا کر دیا،اب تو ہی رہ گیا ہے اگر تجھ کو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچتا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتا؟۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان بعض مرتبہ اللہ کی حکمت و مصلحت نہں سمجھتا اور دعا قبول نہ ہونے پر شکایت کرتا ہے کہ اللہ تعالی دعا قبول نہیں فرماتے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



(۱) خطبات حکیم الامت، ۱۷/ ۳۲۷، حکایات مثنوی: ۱۱۰

(۴)

مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر

حیاء اور ایمان کا ساتھ

”الحیاء والایمان قرنا جمیعا، فاذا رفع احدھما رفع الآخر“

(المستدرک للحاکم، حدیث معمر، رقم الحدیث: ۵۸)

”حیاء اور ایمان دونوں کو ملا دیا گیا ہے، اگر ان میں کوئی ایک اٹھا لی جائے تو دوسری اٹھ جائے گی“

مرد کی غیرت کا عورتوں پر اثر

حیاء، شرم اور غیرت ایک دوسرے کے مترادف ہیں، سب کا معنیٰ ومطلب ایک ہے، غیرت انسانی خصوصیات میں سے ہے، جو انسان کی سرشت میں داخل ہے، حیاء اور غیرت جو شرعی معنی میں ہے وہ مطلوب ہے، اور اسی شرعی غیرت کی یہاں بات ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ابھارا ہے اور اس کی رغبت دلائی ہے؛ اس لئے کہ وہ نیک کاموں پر آمادہ کرنے والی اور برائیوں سے روکنے والی ہے، آدمی اور برائیوں کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے، معیوب ومذموم چیز سے باز رکھتی ہے اور جب اس کا یہ اثر ہے تو بلاشبہ وہ ایک پسندیدہ خصلت ہے اور اس کا نتیجہ خیر ہی ہوگا، بس جب کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی غیرت اس کے ارتکاب سے روک دیتی ہے، یا کوئی بے وقوف زیادتی کرتا ہے تو اس کی غیرت اس کو برائی کا بدلہ برائی سے دینے سے روک دیتی ہے یا کوئی سائل اس سے کچھ مانگتا ہے تو اس کی غیرت اس سائل کو محروم رکھنے سے روک دیتی ہے یا کسی مجلس میں بیٹھتا ہے تو غیرت اس کی زبان کو بولنے سے اور لایعنی باتوں میں پڑنے سے روک دیتی ہے، اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے باز رکھتی ہے، پس جس شخص میں غیرت کے اچھے آثار ہوں وہ قابل تعریف خصلت والا ہے، حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ

ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا، جو حیاء وغیرت کے بارے میں اپنے بھائی کو نصیحت کررہا تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

"دعه فإن الحیاء من الإیمان"(۱)

"اس کو چھوڑ دو؛ اس لئے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے"

حیاء اور غیرت ایمان کا حصہ ہے

ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے بتائے گئے ہیں، اپنی جگہ ہر ایک کی اہمیت ہے، بعض کے درجے بھی قائم کئے گئے ہیں؛ لیکن حیاء کو عظیم شعبہ بتایا گیا ہے اور اس کی عظمت کی وجہ یہی ہے کہ ایمان کے دیگر شعبوں پر بھی حیاء اثر انداز ہوتی ہے اور اس ملکہ محمود کی وجہ سے ان پر عمل میں آسانی ہوتی ہے، ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الإیمان بضع وسبعون - أو بضع وستون - شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطریق، والحیاء شعبة من الإیمان"(۲)

"ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک عظیم شاخ ہے"

اوپر گزرا کہ حیاء وغیرت ملکہ محمود ہے اور اس کی رعایت میں انسان کی طبیعت اچھے کاموں پر آمادہ ہوتی ہے، خدانخواستہ اگر کوئی شخص اپنی نفسیاتی برائیوں کی وجہ سے یہ صفت ہی کھو دے تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا اور نیک

(۱) بخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان، رقم الحدیث: ۲۴

(۲) مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۸

کاموں کی بجاآوری جوایک مسلمان سے مطلوب ہے، نہیں ہوسکتی، بعض اوقات یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوجاتا ہے کہ اس شخص سے کفریہ اعمال وکلمات صادر ہوجاتے ہیں یہ بالکل بدیہی بات ہے؛اس لئے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"الحياء والإيمان قرنا جميعا، فإذا رفع أحدهما رفع الآخر"۔(۱)

"حیاءاور ایمان دونوں کوملا دیا گیاہے، اگران میں کوئی ایک اٹھا لی جائےتو دوسری اٹھ جائے گی"۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت

یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کامل اور مکمل شخصیت ہیں، اپنے اعمال کے ساتھ صفات میں بھی کامل ہیں، اس لئے آپ میں غیرت بھی کامل تھی، صحیحین میں روایت ہے:

"كان النبي صلى الله عليه وسلم أشد حياء من العذراء في خدرها، فإذا رأى شيئا يكرهه عرفناه في وجهه"۔(۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی بری چیز کودیکھتے توہمیں اس کااثرچہرہ انور پرمعلوم ہوتا"۔

بے غیرتی کا نتیجہ

معلوم ہواکہ غیرت انسانی شرست کا حصہ ہے،ولادت کے ساتھ ہی ہرانسان میں یہ ملکہ خدانے ودیعت فرمایاہے، بعد میں اپنے برے اعمال کے نتیجے میں انسان

(۱) المستدرک للحاکم، حدیث معمر، رقم الحدیث:۵۸

(۲) بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجہ الناس بالعتاب، رقم الحدیث:۵۷۵۱

اس کو ضائع کر دیتا ہے، جب یہ فطری اور طبعی طور پر انسان کے ساتھ ہے تو پہلے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو اس کی تعلیم کی ہے اور اس سلسلہ میں واضح ارشادات فرمائے ہیں کہ اس کی حفاظت کرو، اگر یہ ضائع ہو گیا تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"إن مما أدرک الناس من کلام النبوة، إذا لم تستحی فاصنع ماشئت" (۱)

"اگلے پیغمبروں کا کلام جو لوگوں کو ملا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ جب تم کو شرم ہی نہ رہے تو جو چاہے کرو"

حیاء کی تعریف

لغت میں "حیاء" کے معنی کسی معیوب و مذموم چیز کے خوف سے انسان پر پیش آنے والا تغیر و انقباض ہے۔

"وفی الشرع: خلق یبعث علی اجتناب القبیح من الأفعال والأقوال، ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق" (۲)

"شریعت میں ایسی طبعی خصلت جو برے کام اور بری باتوں سے اجتناب کرنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکے"

حضرت جنیدؒ نے حیاء کی تعریف میں اہم اور خاص بات فرمائی ہے:

"الحیاء رؤیة الآلاء ورؤیة التقصیر، فیتولد بینهما حالة

---

(۱) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، رقم الحدیث: ۳۴۸۳

(۲) الموسوعة ۱۸/ ۲۵۹

تسمی الحیاء"(۱)

"حیاء نعمتوں کو دیکھنا اور کوتاہی پر نظر رکھنا ہے، ان دونوں کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے جس کو حیاء کہتے ہیں"

حیاء کا شرعی حکم

اس تفصیل سے سمجھ میں آ گیا کہ شریعت میں حیاء کی بہت اہمیت ہے؛ اس لئے فقہاء نے حیاء کی تقسیم کر کے ان کے احکام بھی بیان کئے ہیں:

"إن کان فی محرم فھو واجب وإن کان فی مکروہ فھو مندوب وإن کان فی مباح فھو العرفی وھو المراد بقولہ الحیاء لا یأتی إلا بخیر"(۲)

"اگر وہ چیز جس سے شرم کی جائے حرام ہو تو اس سے شرم کرنا واجب ہے اور اگر وہ مکروہ ہو تو حیاء کرنا مندوب ہے اور اگر وہ مباح ہے تو حیاء عرفی ہے، جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: حیاء خیر ہی لاتی ہے"۔

غیرت کو زندہ رکھنے کا طریقہ

حضرت ابن قیمؒ نے کہا:

"ومن کلام بعض الحکماء: أحیوا الحیاء بمجالسۃ من یستحی منہ. وعمارۃ القلب: بالھیبۃ والحیاء. فإذا ذھبا من القلب لم یبق فیہ خیر"۔(۳)

"حکماء کے کلام میں سے ہے کہ اللہ سے حیا کرنے والوں کی

---

(۱) الاذکار للنووی، ۱/۳۱۶

(۲) فتح الباری ۱/۷۵

(۳) مدارج السالکین ۲/۲۵۹

صحبت میں بیٹھ کر حیا کو زندہ کرو اور دل کی آبادی حیاء اور ہیبت
سے ہوتی ہے، جب یہ دو چیزیں دل سے نکل جائیں گی تو اس میں
کوئی خیر نہیں رہ جائے گی''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عمرؓ کی غیرت کا اثر

ایک مرتبہ حضور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''دریں اثناء کہ میں محوخواب تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں
دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک عورت کسی محل کے کونے میں بیٹھی
وضو کر رہی ہے، میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے تیار کیا گیا ہے؟
مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل ہے، پھر
میں اس میں داخل ہونے لگا، تو مجھے عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی اور
میں رک گیا''

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا:

''بأبي وأمي يارسول الله، أعليك أغار''۔ (۱)

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ! کیا میں آپ
کے متعلق غیرت کروں گا؟''۔

حضرت عمرؓ کی سیرت اور واقعات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ غیرت مند آدمی تھے، ان کی شخصیت میں شرم وحیاء کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گھر کا مرد خواہ وہ باپ، بیٹا، بھائی، شوہر یا کسی بھی کردار میں ہو، اگر وہ غیرت مند ہے تو دوسرے لوگ اس کے ساتھ ساتھ اس کے اہل خانہ کا بھی عزت و احترام کرتے ہیں، عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ ہم کچھ بھی کرتے

(۱) بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن خطابؓ، رقم الحدیث ۳۴۷۶

رہیں، دوسروں کی خواتین پر نگاہ چار کرتے رہیں اور ہمارے گھر کی مستورات اپنے اور دیگر لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہیں، یہ دیوانے کا خواب ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت طبع کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر میں داخل نہیں ہوئے اور واپس تشریف لے آئے، اس واقعہ میں ہماری خواتین کے لئے یہ سبق بھی ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں غیر محرم لوگوں کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔

شوہر کی غیرت کا حیرت انگیز واقعہ

امام ابن الجوزیؒ نے ابوعبداللہ محمد بن احمدؒ کی روایت سے ایک عجیب بیان واقعہ بیان کیا ہے کہ:

"۲۸۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں "ری" کے قاضی موسیٰ بن اسحاقؒ کی مجلس قضاء میں موجود تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنے شوہر پر مہر کے پانچ سو دینار کا دعویٰ کیا، شوہر نے انکار کیا کہ میرے ذمہ کوئی مہر نہیں ہے تو قاضی نے عورت سے گواہوں کا مطالبہ کیا، عورت نے گواہوں کو عدالت میں پیش کیا، گواہی کے وقت گواہوں سے قاضی نے کہا کہ گواہی دیتے وقت عورت کا چہرہ دیکھ کر اشارہ کرتے ہوئے گواہی دیں؛ چنانچہ گواہی کے لئے گواہ کھڑے ہوئے اور قاضی نے عورت سے بھی کھڑا ہونے کے لئے کہا تو شوہر چیخ پڑا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ قاضی نے کہا یہ گواہ تیری بیوی کا چہرہ دیکھ کر گواہی دیں گے؛ تاکہ شناخت صحیح ہو، تو شوہر نے کہا میری بیوی جتنی رقم کا دعوی کرتی ہے میں اس کا اقرار کرتا

ہوں، براہ کرم اس کے چہرہ کا نقاب نہ کھلوائیں، جب عورت نے
یہ سنا تو کہنے لگی میں قاضی صاحب کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے یہ
مہر شوہر کو ہبہ کر دیا اور دنیا آخرت میں اس سے بری کر دیا"۔ (۱)

غیرت طاقتور اور کارگر ہتھیار ہے، یہ ملکہ خود انسان کی ذات اور اس کے ساتھ اس کے اقرباء اور متعلقین پر بھی مؤثر ثابت ہوتا ہے، شوہر نے محض اس وجہ سے کہ عدالت میں غیر محرم لوگ اس کی بیوی کو دیکھیں گے، اس کی غیرت نے برداشت نہیں کیا اور مہر کے نام پر ایک بہت بڑی رقم کا اقرار کر لیا، علماء نے لکھا ہے: کہ ۲۰ ر دینار تقریباً سات تولہ سونا ہوتا ہے، اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ پانچ سو سونے کے سکے جن کو عرف عام میں دینار کہا جاتا ہے، آج کے دور میں کروڑوں کی مالیت کے برابر ہیں، بیوی نے جب اپنے شوہر کی حالت دیکھی تو اس کی بھی غیرت طبع جاگ گئی اور اس نے شوہر کو عدالت میں رسوا کرنے کا خیال ترک کرتے ہوئے سارا مہر معاف کر دیا، بہر حال میاں بیوی یا گھر کے دیگر افراد کی غیرت ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا ایک دوسرے کو باہمی لحاظ بھی رکھنا چاہئے

حضرت اسماءؓ پر اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کی غیرت کا اثر

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ کے ساتھ میرا نکاح ہوا، تو ان کے پاس زمین، مال اور غلام وغیرہ کچھ نہیں تھا، صرف پانی بردار اونٹنی اور ایک گھوڑا تھا، میں ہی اس گھوڑے کو چارہ ڈالتی، پانی پلاتی اور آٹا گوندھتی، میں روٹیاں پکانا نہیں جانتی تھی تو میری انصاری پڑوسنیں روٹی پکا دیا کرتی تھیں اور وہ اچھی عورتیں تھیں، میں حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کے لئے ان کی اس زمین سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لایا کرتی تھی، جو زمین ان کو رسول

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم ۱۲ ر ۴۰۳

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بنوقریظہ کے علاقے میں) دی تھی اور وہ زمین ہم سے ایک فرسخ کے دوتہائی فاصلہ پر تھی (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے)؛ چنانچہ ایک دن کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھی، راستے میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہو گئی، چند انصاری صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا اونٹ بٹھایا؛ تاکہ مجھے اپنے ساتھ اپنے پیچھے بٹھائیں، حضرت اسماءؓ نے بیٹھنے سے منع کر دیا، اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے، فرماتی ہیں:

"فاستحييت أن أسير مع الرجال، وذكرت الزبير وغيرته وكان أغير الناس"۔

"لیکن مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، اس موقع پر مجھے حضرت زبیرؓ کا خیال آیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے"۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماءؓ کی شرم وحیا کو سمجھ گئے اور آگے بڑھ گئے گھر پہنچ کر جب حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے تھے، اس وقت میرے سر پر گٹھلیوں کا بوجھ تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سوار کرنے کے لئے اپنے اونٹ کو بٹھایا؛ لیکن مجھے شرم آئی اور آپ کی غیرت کا خیال آیا، حضرت زبیر رضی اللہ تعالی نے فرمایا:

" واللّٰہ لحملك النوى كان أشد عليّ من ركوبك معه"(۱)

"آپ کا گھٹلیوں کے بوجھ کو اٹھانا میرے لئے اس بات سے

(۱) بخاری، کتاب النکاح باب الغیرۃ، رقم الحدیث ۵۲۲۴

زیادہ شاق ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جائیں"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک خادم عطا فرمادیا تھا جو گھوڑے کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا، انہوں نے مجھ پر یہ احسان کر کے گویا کہ مجھے آزاد کر دیا۔

یہ واقعہ بڑا سبق آموز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماءؓ کے حقیقی بہنوئی اور اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب اور معصوم بندے ہیں؛ لیکن حضرت اسماءؓ نے محض اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کی غیرت کی وجہ سے آپ کے ساتھ بیٹھنے سے منع کر دیا، ہر مرد کے اندر اللہ تعالی نے غیرت کا ملکہ ودیعت کیا ہے، جو یقیناً محمود ہے، حضرت اسماءؓ نے اسی کا لحاظ کیا، اس واقعہ کے تمام ہی کردار صلاح وتقویٰ، اخلاق، شرافت اور دین و شریعت پر عامل ہونے کے لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ ہیں؛ مگر اس عظیم گھرانے کی عظیم عورت نے سبق دے دیا کہ شوہر اور گھر کے مردوں کی غیرت کے آگے سب ہیچ ہے۔



(۵)

انمول شخصیت کی تعمیر

جھک بازی سے بچیں

جاہلوں سے سلامتی کی بات

”وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَمًا“
(الفرقان: ٦٣)

”اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں“۔

انمول شخصیت کی تعمیر

جھک بازی سے بچیں

"وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَمًا"۔ (۱)

''اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی ایک صفت بیان کی ہے کہ اُن سے جب کوئی شخص بے مقصد بحث ومباحثہ کرتا ہے، فضول باتوں میں وقت خراب کرتا ہے تو وہ اُس کے جواب دینے میں نہیں پڑتے، ایسی بے مقصد بحث میں قیمتی وقت ضائع نہیں کرتے؛ بلکہ خوش اُسلوبی کے ساتھ بے فائدہ بحث ومباحثہ سے اپنا دامن بچالیتے ہیں۔

انسانی وجود کا مقصد

درحقیقت اللہ تعالی نے انسانی وجود اور اس کے مقاصد کو واضح فرمایا ہے، اور ان کی تکمیل کے لئے زندگی کا مناسب حصہ عطا فرمایا ہے، اس بے ثبات زندگی میں یہ تبھی ممکن ہے جب اس کا ایک ایک لمحہ عقلمندی اور بیدار مغزی سے صرف کیا جائے۔

---

(۱) الفرقان: ۶۳

زبان کی حفاظت

دراصل اس خوبی کا تعلق زبان کی حفاظت سے ہے کہ آدمی اس بات کی پوری کوشش کرے کہ اُس کی زبان سے کوئی ایسی گفتگو صادر نہ ہو جو بعد میں اُس کے لئے نقصان یا افسوس کا سبب بنے، اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''كُلُّ كَلامِ ابْنِ آدَمَ هُوَ عَلَيْهِ إِلَّا أَمْرًا بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرًا لِلّٰهِ''(۱)

''آدمی کی ہر گفتگو اُس پر وبال ہے، سوائے اُس گفتگو کے جس کا تعلق امر بالمعروف، نہی عن المنکر یا اللہ کے ذکر سے ہو''۔

غصہ پر کنٹرول

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ كَفَّ لِسَانَهُ سَتَرَهُ عَزَّ وَجَلَّ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ مَلَكَ غَضَبَهُ وَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَذَابَهُ، وَمَنِ اعْتَذَرَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبِلَ اللّٰهُ عذرة''۔(۲)

''جس نے اپنی زبان روک کر رکھی تو اللہ تعالیٰ اُس کی خفیہ باتوں کو چھپا کر رکھیں گے، اور جس آدمی نے اپنے غصہ پر کنٹرول رکھا تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنے عذاب سے محفوظ فرمائیں گے، اور جس

---

(۱) رسائل لابن أبی الدنیا ۵/۳۸

(۲) رسائل لابن أبی الدنیا ۳/۳۸

شخص نے اپنی غلطی پر اللہ کے دربار میں معذرت پیش کی تو اللہ تعالیٰ اُس کی معذرت قبول فرمائیں گے‘‘۔

بے ضرورت گفتگو

حضرت رکب المصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’طُوبیٰ لِمَنْ أَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهِ وَأَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهِ‘‘(۱)

’’خوش خبری ہے اُس شخص کے لئے جو اپنا زائد مال کارِ خیر میں خرچ کرے اور بشارت ہے اس شخص کے لئے جو بے ضرورت گفتگو پر کنٹرول رکھے‘‘۔

حسن اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكَهُ مَا لَا يَعْنِيهِ‘‘(۲)

’’یقیناً اچھے مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ آدمی لایعنی باتوں سے پرہیز کرے‘‘۔

اللہ کے ڈر کا حق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ:

---

(۱) موسوعۃ رسائل لابن أبی الدنیا ۵/۳۸

(۲) رسائل لابن أبی الدنیا ۵/۳۸

’’آدمی اُس وقت تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کرسکتا، جب تک کہ زبان کو اپنے قابو میں نہ رکھے۔[۱]

شرمندہ کرنے والی گفتگو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

’’زبان سے ہمیشہ اچھی بات نکالو تو فائدہ میں رہوگے، اور لغو گفتگو سے خاموش رہو تو شرمندگی اور ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہو گئے‘‘۔[۲]

بے مقصد گفتگو میں دخل اندازی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قیمتی مقولہ ہے کہ:

’’جس معاملہ سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہو اس میں دخل مت دو، اور لغو گفتگو مت کرو، اور اپنی زبان کو ایسے محفوظ رکھو جیسے اپنی نقدی کو محفوظ رکھتے ہو۔[۳]

حضرت مجاہدؒ اپنے استاذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں:

’’خَمْسٌ لَهُنَّ أَحْسَنُ مِنَ الدُّهْمِ الْمُوقَفَةِ:

’’جس شخص کو پانچ باتیں مل جائیں وہ اُس کے لئے نکیل ڈالے ہوئے گہرے رنگ کے گھوڑوں سے بھی بہتر ہیں:

لایعنی گفتگو

۱)’’لَاتَتَکَلَّمْ فِیمَا لَا یَعْنِیکَ، فَإِنَّهُ فَضْلٌ وَ لَا آمَنُ مِنکَ الْوِزْرَ‘‘

---

(۱) رسائل ابن ابی الدنیا: ۵/۴۰

(۲) رسائل ابن ابی الدنیا ۵/۴۲

(۳) رسائل ابن ابی الدنیا ۵/۴۶

''لایعنی گفتگو بالکل مت کرو؛ کیوں کہ وہ فضول ہے؛ بلکہ اُس کے گناہ اور بوجھ ہونے کا بھی خطرہ ہے''۔

بے موقع گفتگو

۲)''وَلَا تَتَكَلَّمْ فِيمَا يَعْنِيكَ حَتَّى تَجِدَ لَهُ مَوْضِعًا، فَإِنَّهُ رُبَّ مُتَكَلِّمٍ فِي أَمْرٍ يَعْنِيهِ، قَدْ وَضَعَهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ فَيَعْنَتَ''

''با مقصد گفتگو بھی اُس وقت تک مت کرو، جب تک کہ اُس کیلئے مناسب موقع محل نہ پالو؛ کیوں کہ بسا اوقات صحیح گفتگو غیر محل میں کرنے کی وجہ سے بھی آدمی مشقت میں پڑ جاتا ہے''۔

بحث ومباحثہ

۳)''وَلَا تُمَارِ حَلِيمًا وَلَا سَفِيهًا، فَإِنَّ الْحَلِيمَ يَقْلِيكَ، وَإِنَّ السَّفِيهَ يُؤْذِيكَ''

''کسی بردبار یا بے وقوف شخص سے بحث ومباحثہ مت کرو؛ کیوں کہ بردبار شخص تمہاری دشمنی دل میں بٹھالے گا اور بے وقوف شخص تمہارے لئے اذیت کا باعث ہوگا''۔

لوگوں کا تذکرہ

۴)''وَاذْكُرْ أَخَاكَ إِذَا تَغَيَّبَ عَنْكَ بِمَا تُحِبُّ أَنْ يَذْكُرَكَ بِهِ، وَاعْفُهُ عَمَّا تُحِبُّ أَنْ يَعْفِيَكَ مِنْهُ''۔

''اور اپنے غائب بھائی کا تذکرہ ایسے ہی انداز سے کیا کرو، جیسے تم اُس سے اپنا تذکرہ کرانا چاہتے ہو، اور اُس سے اسی طرح درگذر

کا معاملہ کرو، جیسے تم اُس سے اپنے لئے چاہتے ہو"۔

اچھائی برائی کا بدلہ

۵)"وَاعمَلَ عَمَلَ رَجُلٍ یَرَی أَنَّهُ مُجَازٍی بِالإِحْسَانِ، مَأْخُوذ بالإجرام"(۱)

"اورتم ہمیشہ ایسے شخص کی طرح ہر معاملہ کرو، جسے اس بات کا یقین ہو کہ اُسے اچھائی کا بدلہ مل کر رہے گا، اور برائی کی وجہ سے وہ پکڑا جائے گا"۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ وہی آدمی دنیا میں فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اپنی شخصیت کے خدوخال کے زیروزبر درست کرسکتا ہے جو گفتگو میں ہمیشہ احتیاط سے کام لے اور بے فائدہ موضوعات میں ہرگز دلچسپی نہ لے، اور بالخصوص جھک بازی اور جھگڑوں کی باتوں سے اپنے کو بچا کر رکھے۔



(۱) رسائل ابن ابی الدنیا ۵ / ۹۰

(۶)

دینی ہوشیاری

کامل ایمان کا حصہ ہے

مؤمن کا ایمان

”وجدَ بهن حلاوة الإيمان:۔۔۔ والرجل أن يقذف في النار أحب إليه من أن يرجع يهوديا أو نصرانيا “(شعب الایمان ۲/۲۳۵)

”وہ شخص جو اسلام سے پھر کر یہودی اور عیسائی بن جانے کو اتنا برا سمجھے کہ اگر اسے آگ میں پھینک دیا جائے تو یہ اس کو زیادہ محبوب ہو مگر اسلام کو چھوڑنا پسند نہ ہو تو وہ ایمان کی لذت کو محسوس کرے گا“۔

دینی ہوشیاری

کامل ایمان کا حصہ ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ سلم نے فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں پیدا ہو جائیں وہ ایمان کی لذت اور مٹھاس کو پالیتا ہے، جس شخص کے دل میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے تمام ماسواء سے زیادہ ہو، وہ شخص جو کسی سے صرف اللہ واسطے کی محبت کرتا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بات ارشاد فرمائی:

"والرجل أن يقذف في النار أحب إليه من أن يرجع يهوديا أو نصرانيا"۔ (۱)

وہ شخص جو اسلام سے پھر کر یہودی اور عیسائی بن جانے کو اتنا برا سمجھے کہ اگر اسے آگ میں پھینک دیا جائے تو یہ اس کو زیادہ محبوب ہو مگر اسلام کو چھوڑنا پسند نہ ہو"۔

دین میں بخیلی

اس روایت پر امام بیہقی نے عنوان قائم کرنے کے لئے "شح المرء بدينه"

---

(۱) شعب الایمان ۲/ ۲۳۵

کا جملہ استعمال فرمایا ہے، ''الشح''لغت میں ''بخل، حرص اور طمع'' کو کہتے ہیں، اب عنوان کا ترجمہ ہوگا:

''آدمی کا اپنے دین میں بخل کرنا''

احقر کا خیال ہے کہ اردو زبان میں لفظ''بخل'' میں ایک گونہ کراہت ہے، خصوصاً دین کے معاملہ میں، یہاں اس کا استعمال پسندیدہ نہیں ہے؛ اس لئے بخل وحرص کا جو لازمی نتیجہ ہے''تیزی کا ہوتا، ہوشیار ہونا اور حساس ہونا'' یہاں ان کا استعمال بہتر معلوم ہوتا ہے، اب ترجمہ ہوگا:

''دین میں تیز ہونا، ہوشیار ہونا اور حساس ہونا''

دین میں حساسیت

امام بیہقیؒ نے اس دینی ہوشیاری اور تعلیمات اسلامیہ کے حوالہ سے حساس ہونے کو''ایمان کے شعبوں'' میں شمار کیا ہے؛ تا کہ ایمان کامل اور مکمل ہوجائے؛ کیونکہ جب انسان اپنے نفع اور نقصان کے لئے حساس ہوتا ہے تو وہ اپنے ہر قول وعمل کی نگرانی کرتا ہے جس کی وجہ سے ہر فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور ایمان کے دیگر شعبوں کی حفاظت ہوتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے مال میں بخیل اپنے پورے مال کے بارے میں بخیل ہوتا ہے تو وہ اس کے تھوڑے تھوڑے حصے کے بارے میں بھی بخیل ہوتا ہے، اگر وہ ایک ہزار کو ضائع کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے تو ایک روپے کے لئے بھی بخل کرتا ہے؛ تا کہ وہ اپنے مال کی حفاظت کر سکے، اسی طرح اپنے پورے جسم کے بارے میں حساس شخص اپنے اعضاء کے بارے میں بھی حساس ہوتا ہے اسی طرح ایک دیندار انسان بھی اپنے دین کے تئیں حساس ہوتا ہے اور دین کو ضائع کرنے سے بخل کرتا ہے تو وہ دین کی چھوٹی چھوٹی بات کو ضائع کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے؛ تا کہ دین کا کوئی حصہ بھی ضائع نہ ہونے پائے، بلکہ وہ اس کی خوب حفاظت کرتا ہے۔

زلیخا کا جال

اس ''دینی ہوشاری'' کی متعدد مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں، اس کے مطالعہ سے اس حدیث شریف کی پوری غرض وغایت سمجھ میں آتی ہے، یہاں زیادہ مثالیں دینے کا تو موقع نہیں ہے، لیکن ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں؛ تاکہ قارئین کے لئے بات واضح ہوجائے، قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے، زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی، مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے، لیکن حضرت یوسف کو بہکانے میں ناکام رہی، حضرت یوسف نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا، بالآخر زلیخا نے دھمکی دی کہ اگر تو نے میری بات نہیں مانی تو میں جیل میں ڈلوادوں گی، ایک حسین نوخیز نوجوان کے لئے یہ بڑے امتحان کا موقع تھا۔

یوسف علیہ السلام نے سزا گوارا کی

زلیخا عزیز مصر کی بیوی تھی اس کے لئے جیل بھیجنا کوئی مشکل نہ تھا، اب حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ہی راستے تھے یا تو اس کی بات مانیں یا جیل جائیں، اس موقع پر حضرت یوسف نے دین کی حفاظت کے لئے ہوشیاری دکھائی اور گناہ سے بچنے کی دعا کی اور عصمت طلب کی؛ چنانچہ انہوں نے یہ دعا کی تھی:

''رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه''(۱)

اے میرے رب! میرے نزدیک قید زیادہ محبوب ہے اس گندے کام سے جس کی طرف وہ مجھے دعوت دیتی ہیں''۔

حضرت نے سزا گوارا کی لیکن دین کو آنچ نہیں آنے دی، تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے مگر یہاں اس کا موقع نہیں۔

(۱) یوسف: ۳۳

حضرت یعقوب علیہ السلام کا دینی غم

ہر مسلمان کو اپنے بچوں کے دین کے متعلق بھی ایسا ہی حساس ہونا چاہئے؛ چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بڑا غم ہوا حتی کہ آنکھوں سے اندھے ہو گئے، پھر ایک طویل مدت کے بعد یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے سامنے اپنی حقیقت ظاہر کی اور ان کی بشارت دینے والا یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے سب سے پہلے پوچھا:

"علی أی دین ترکت یوسف قال: علی الإسلام قال: الآن تمت النعمة"۔(۱)

"یوسف کو کسی دین پر چھوڑ کر آئے ہو اس نے کہا: کہ اسلام پر، یعقوب علیہ السلام نے کہا: اب نعمت پوری ہوگئی ہے"۔

ایک باپ کو اپنے بچوں کے دین کی ایسی ہی فکر ہونی چاہئے، جان و مال کی فکر دوسرے درجہ کی چیز ہے، حضرت یعقوب کے واقعہ سے یہی سبق ملتا ہے۔

اولاد کے دین کی فکر

ایک دوسرے واقعہ سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ ایک باپ کو اپنی نسل کی دینداری کی کتنی فکر ہونی چاہئے؛ چنانچہ امام بیہقیؒ حضرت سفیان ثوریؒ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ جب (طویل جدائی کے بعد) حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام باہم ملے تو یعقوب علیہ السلام رو پڑے، یوسف علیہ السلام نے پوچھا: ابا جان آپ میرے اوپر روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی چلی گئی کیا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ قیامت میں ہم ضرور اکٹھے ہوں۔

---

(۱) شعب الایمان ۲/ ۷ ۲۴

”بلی یا بنی و لکنی خشیت أن تسلب دینک فیحال بینی وبینک“۔(۱)

”یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: بالکل جانتا تھا مگر میں ڈرتا تھا کہ کہیں تجھ سے تیرا دین نہ چھین لیا جائے، لہذا میرے اور تیرے درمیان دین کی جدائی حائل نہ ہو جائے“۔

دین کی فکر کیجئے

یہ مضمون تشریحات اسلام کی روشنی میں بہت طویل ہوسکتا ہے، اس پر واقعات انبیاء وصحابہ کا انطباق کیا جاسکتا ہے، لیکن یہاں یہ مقصود نہیں ہے، یہاں صرف اتنا مقصود ہے کہ انسان جس طرح اپنے جان ومال میں حساس اور بخیل ہوتا ہے کسی طرح کا نقصان برداشت کرنے سے بچتا ہے، اسی طرح دین کے معاملہ میں ہونا چاہئے، اپنی اور اپنے اہل وعیال کی فکر ہو کہ کہیں ان کا دین ضائع نہ ہو جائے، اسی کو ”دینی ہوشیاری“ کہتے ہیں اور یہ ایمان کا اہم حصہ ہے۔



(۱) شعب الایمان: ۲/ ۲۴۷

الله أكبر

(۷)

نیک اعمال پر
استقامت
کرنے والوں پر فرشتے اترتے ہیں

استقامت والے لوگ

”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللہ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ“۔(حم سجدہ ۳۰)

”جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر بیشک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اتریں گے کہ: نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

نیک اعمال پر استقامت

کرنے والوں پر فرشتے اترتے ہیں

نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له، واشهد ان لا اله إلا الله واشهد أنّ سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله وصلى الله تعالى على النبي الامي وعلى اله وأصحابه وبارك وسلّم تسليماً كثيراً كثيراً، أمّا بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم:

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ"۔ (۱)

"جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر بیشک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اتریں گے کہ: نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو اور اس جنت

(۱) حم سجدہ: ۳۰

سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا‘‘۔

استقامت کیا ہے؟

استقامت کی تعریف کیا ہے؟ ہم عام طور پر پڑھتے اور سنتے ہیں اگر کوئی آدمی استقامت سے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو کامیابی عطا فرمائیں گے اور ہم دیکھتے بھی ہیں کہ اس اسباب کی دنیا میں محنت کرنے والے کو اس کا پھل ملتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ استقامت کیا ہے؟ اس کا مطلب کیا ہے؟

امام جرجانیؒ کی رائے

امام جرجانیؒ نے استقامت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”الاستقامة: المدوامة“(۱)

”تسلسل اور پابندی کے ساتھ کسی کام کے کرنے کو استقامت کہتے ہیں“

مفتی شفیع کی رائے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے استقامت کی تعریف کی ہے:

”استقامت کہتے ہیں: سیدھا کھڑا رہنا، جس میں کسی طرف ذرا سا جھکاؤ نہ ہو“(۲)

استقامت کا شرعی مفہوم

استقامت کے شرعی مفہوم کے متعلّق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر علماءِ کرام کے متعدّد اقوال موجود ہیں:

حضرت ابوبکرؓ کی رائے

حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک شرک سے بچنا استقامت ہے، حضرت ابوبکرؓ

(۱) کتاب التعریفات ۴۴

(۲) کتاب التعریفات ۴۴

فرماتے ہیں:

"أن لاتشرك بالله شيئًا"(۱)

حضرت عمرؓ کی رائے

حضرت عمرؓ نے استقامت کا مطلب اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہنے سے کی ہے، فرماتے ہیں:

" الاستقامة: أن تستقيم على الأمر والنهي، ولا تروغ روغان الثعالب"(۲)

"استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو، اس سے ادھر اُدھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو"۔

حضرت عثمانؓ کی رائے

حضرت عثمانؓ نے استقامت کی تفسیر اخلاص عمل کے ساتھ کی ہے، ابن القیمؒ نے ان کا قول نقل فرمایا ہے:

"استقاموا أخلصوا العمل لله"(۳)

حضرت علیؓ کی رائے

حضرت علیؓ نے استقامت کی تفسیر فرائض کی ادائیگی سے کی ہے، ان کا قول ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

"استقاموا: أدوا الفرائض"(۴)

"استقامت اختیار کرو یعنی فرائض ادا کرو"

---

(۱) مدارج السالکین ۲/ ۱۰۴، دار الکتب العربی بیروت

(۲) مدارج السالکین ۲/ ۱۰۴، دار الکتب العربی بیروت

(۳) مدارج السالکین ۲/ ۱۰۴، دار الکتب العربی بیروت

(۴) مدارج السالکین ۲/ ۱۰۴، دار الکتب العربی بیروت

حضرت ابن عباسؓ کی رائے

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز کرنے پر ثابت قدم رہے، یہی استقامت ہے:

"ثم استقاموا، علی أداء فرائض اللہ واجتناب معاصیه"(۱)

"پھر اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور اس کے گناہوں سے پرہیز کرنے پر ثابت قدم رہیں"

قاضی عیاضؒ کی رائے

قاضی عیاضؒ کے نزدیک توحید پر قائم رہنا استقامت ہے، امام نوویؒ نے ان کا قول نقل فرمایا ہے:

"إن الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا أي وحدوا اللہ"(۲)

"بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر ثابت قدم رہے یعنی اللہ کو ایک جانا"

ابن کثیرؒ کی رائے

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک اخلاص کا نام استقامت ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

"أخلصوا العمل للہ وعملوا بطاعة اللہ تعالی علی ما شرع اللہ لهم"(۳)

"انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اعمال کئے اور اُسی کی

---

(۱) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ۴۲۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت

(۲) شرح مسلم نووی ۹/۲،

(۳) تفسیر ابن کثیر ۱۴۰/۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

فرمانبرداری کی جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے''۔

استقامت کا خلاصہ

ان لغوی اور شرعی تعریفات کی روشنی میں کہا جائے گا کہ ''استقامت'' لفظ تو چھوٹا سا ہے، مگر مفہوم اس کا ایک عظیم الشان وسعت رکھتا ہے؛ کیونکہ اس کے معنی کی وسعت میں یہ تمام باتیں شامل ہیں کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسب معاش اور اس کی آمد وصرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کی قائم کردہ حدود میں اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر استقامت کے ساتھ سیدھا چلتا رہے، کسی حال میں بھی ان میں سے کسی عمل میں کسی ایک طرف جھک جائے یا ثابت قدمی نہ رہے تو استقامت باقی نہیں رہتی۔

امام قرطبیؒ کی وضاحت

امام قرطبیؒ نے تمام تعریفات کے خلاصہ میں یہی لکھا ہے:

''وهذه الأقوال وإن تداخلت فتلخيصها: اعتدلوا على طاعة الله عقدا وقولا وفعلا، وداموا على ذلك''(۱)

''یہ سارے اقوال اگرچہ ایک دوسرے میں داخل ومشابہ ہیں مگر ان کا خلاصہ درجِ ذیل ہے کہ عقائد، اقوال اور اعمال، سب میں اللہ تعالیٰ کی فرمابرداری کرنا، اِسی پر جمے رہنا اور اسی راہ پر قائم رہنا استقامت کہلاتا ہے''۔

بہرحال استقامت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عمل پر ڈٹ جانا، قدم جمائے رکھنا، اور ثابت قدم رہنا۔ اسی کو انسانی صفات میں ''مستقل مزاجی'' بھی کہا جاتا ہے، مستقل

(۱) تفسیر القرطبی ۱۵ / ۳۵۸، قاہرہ

مزاجی اپنے اندر ایک زبردست جادوئی قوت رکھتی ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو ایک ادنیٰ سے انسان کو اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیتی ہے، ایک پرانی کہاوت ہے:

''اگر پتھر پر بھی مسلسل پانی گرتا رہے تو اس میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے''۔

استقامت کی قوت

یہ استقامت ہی کی تو قوت ہے جو پتھر جیسی سخت چیز میں سوراخ کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں، کسی لوہے، پتھر وغیرہ کے ستون کو تو اس طرح کھڑا کیا جا سکتا ہے کہ وہ سیدھا رہے کسی طرف ادنی جھکاؤ نہ ہو، لیکن کسی متحرک اور جاندار چیز کا ہر وقت ہر حال میں ایک حالت پر قائم اور ثابت قدم رہنا کس قدر مشکل ہے وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔

استقامت اختیار کرنے کا حکم

اللہ تعالی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو قرآن کریم میں اپنے ہر کام میں ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم فرمایا ہے، اس کو اختیار کرنے سے ہی انسان، انسان کامل بنتا ہے، استقامت سے ذرا گرنے ہی کے نتیجہ میں انسان اور انسانی معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، چنانچہ قرآن میں استقامت کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا، اِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ''(۱)

''لہذا (اے پیغمبر) جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق تم بھی سیدھے راستے پر ثابت قدم رہو، اور وہ لوگ بھی جو

(۱) ہود: ۱۱۲

توبہ کر کے تمہارے ساتھ ہیں، اور حد سے آگے نہ نکلو۔ یقین رکھو
کہ جو عمل بھی تم کرتے ہو وہ اسے پوری طرح دیکھتا ہے"۔

خلاصہ یہ ہے کہ استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء وارکان اوران پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔

اسلام کی جامع نصیحت

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے معاملہ میں کوئی ایسی جامع بات (نصیحت) بتلادیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ نے فرمایا:

"قل: آمنت بالله فاستقم"(۱)

"اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر اس پر مستقیم رہو"۔

حضرت ابن عباسؓ کی وصیت

عثمان بن حاضر ازدیؒ فرماتے ہیں: کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے، آپ نے فرمایا:

"عليك بتقوى الله، والاستقامة، اتبع ولا تبتدع"(۲)

"تم تقوی اور استقامت کو لازم پکڑو اور دین کے معاملہ میں
شریعت کا اتباع کرو، اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو"۔

استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے

اس دنیا میں سب سے زیادہ دشوار کام استقامت ہی ہے، اسی لئے محققین

(۱) مسلم، رقم الحدیث: ۳۸

(۲) مسند الداري، رقم الحدیث: ۱۴۱، دار المغنی

صوفیاء نے فرمایا ہے:

"أعظم الکرامة لزوم الاستقامة"[(۱)]

یعنی جو شخص دین کے کاموں میں استقامت اختیار کئے ہوئے ہے اگر چہ عمر بھر اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو وہ اعلیٰ درجہ کا ولی ہے۔

استقامت کرامت سے بڑھ کر اس لیے ہے کہ کرامت نہ بزرگی کی دلیل ومعیار ہے اور نہ ہر بزرگ سے اس کا صادر ہونا ضروری ہے، جب کہ استقامت ولایت وبزرگی کی دلیل ومعیار بھی ہے اور ہر بزرگ کے اندر اس کا پایا جانا ضروری بھی ہے جس کا مفہوم میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ پوری زندگی احکامِ شرعیہ کی پابندی کرنا اور احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں ہر طرح کے افراط وتفریط سے دور رہنا، نیز اعمال پر مداومت کے ساتھ اخلاقِ ظاہرہ وباطنہ کی درستگی اور فکر وعقائد کی پختگی بھی ضروری ہے۔

استقامت کا دنیوی نتیجہ

مستقل مزاجی کا نتیجہ بالکل بدیہی ہے، ہم اپنے اردگرد کے ماحول میں اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مثلاً اگر کوئی آدمی پابندی سے اپنی دکان کھولتا ہے، کاروبار کرتا ہے تو چند سالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے فضل سے وہ بہت آگے بڑھ جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی طالب علم استقامت اور پابندی کے ساتھ قرآن کریم یاد کرتا ہے تو چند مہینوں میں وہ حافظ ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں، تو پچھلی تفصیل سے استقامت کا جو مطلب ہم سمجھے ہیں وہ ہے "پابندی، مستقل مزاجی اور ثابت قدمی"، اب اس آیت کریمہ کو سمجھئے جس کو شروع میں تلاوت کیا تھا، قرآن کریم نے فرمایا:

---

(۱) مدارج السالکین ۲/۱۷۳

ایمان کی تعریف

"الذین قالوا ربنا اللّٰہ"

"جولوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے"۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب علماء نے بیان کیا ہے:

"الإيمان في اللغة :التصديق بالقلب وفي الشرع: هو الاعتقاد بالقلب والإقرار باللسان"(۱)

"لغت میں ایمان کے معنی تصدیق اور تسلیم کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کہا جاتا ہے کہ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا ایمان کہلاتا ہے"۔

اس کے بعد اللہ نے ان کی ایمانی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ثم استقاموا"

"پھر وہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں"۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس استقامت کا ترجمہ کیا ہے:

"اقاموا علیه ولم یرتدوا"(۲)

"وہ اس پر ثابت قدم رہتے ہیں، اس سے پھرتے نہیں"۔

یعنی آسان الفاظ میں اگر ترجمہ کیا جائے تو مطلب ہوگا کہ جو شخص نیک اعمال پر ثابت قدم رہتا ہے اور مداومت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اس پر اپنے فرشتے نازل فرماتا ہے جو رحمت اور خوشخبری کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

فرشتے کب نازل ہوتے ہیں؟

اب سوال ہے کہ یہ فرشتے کب نازل ہوتے ہیں؟ علامہ جلال الدین سیوطی

---

(۱) التعریفات: ۵۷

(۲) خطبات حکیم الامت: ۱/ ۳۵۵

رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "الدرالمنثور" اس میں زید بن اسلمؒ سے روایت ہے کہ نزول ملائکہ تین وقتوں میں ہوگا؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"يبشر بها عند موته، وفي قبره، ويوم يبعث، فإنه لفي الجنة"[(۱)]

فرشتے (استقامت اختیار کرنے والے پر اترتے ہیں اور) موت کے وقت، قبر میں اور قیامت کے دن جنت کی خوشخبری سنائیں گے"

فرشتوں کی مختلف جماعتیں

اللہ تعالی نے فرشتوں کی مختلف جماعتیں پیدا فرمائی ہیں جو انسانوں کے مختلف کاموں میں شریک رہتی ہیں؛ بلکہ دنیا میں جو نیک لوگوں کو نیکیوں کا الہام ہوتا ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت اللہ کے نیک بندوں کو صبر و اطمنان حاصل ہوتا ہے وہ سب ان فرشتوں کا ہی فیض ہوتا ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے:

"دنیا میں نیکیوں کا الہام، حوادث میں صبر وسکینہ ملائکہ کا ہی فیض ہے"[(۲)]

فرشتوں کے نزول کا مقصد

دنیا کے علاوہ مذکورہ تین موقعوں پر فرشتے ایمان والوں پر دو مقصد سے نازل ہوتے ہیں[(۳)]:

۱) رحمت: ان فرشتوں کے اترنے سے برکت ہوتی ہے، اس کی صورت کیا ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے؛ البتہ قرآن میں اس کی وضاحت ہے:

"أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا"[(۴)]

---

(۱) الدرالمنثور ۷/۳۲۳

(۲) بیان القرآن ۳/۳۳۱، مکتبہ تھانوی

(۳) بیان القرآن ۳/۳۳۱، مکتبہ تھانوی

(۴) حم سجدہ: ۳۰

’’(فرشتے کہتے ہیں) تم پر نہ خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا‘‘

خوف کی تعریف میں علامہ جرجانیؒ نے لکھا ہے:

’’توقع حلول مکروہ‘‘(۱)

’’ناپسندیدہ چیز کے پیش آنے کا ڈر‘‘

فرشتے اس سے کہیں گے کہ آخرت اور اس دن پیش آنے والی ہولنا کیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، تم اس سے محفوظ رہو گے۔

غم کا مطلب جرجانیؒ نے بیان کیا ہے:

’’فوات محبوب في الماضي‘‘(۲)

’’کسی محبوب چیز کے چھوٹ جانے کا غم‘‘

فرشتے کہیں گے اپنی دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو اس کے چھوٹ جانے پر غم نہ کرو، اس سے بدرجہا بہتر تم کو ملے گا۔

۲) خوشخبری: فرشتوں کے نازل ہونے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ اعمال خیر پر استقامت اختیار کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، قرآن میں ہے:

’’وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ‘‘۔(۳)

’’اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا‘‘۔

فرشتے ان مواقع میں اتر کر اللہ کے نیک بندوں کو دنیا چھوڑنے پر غم نہ کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف نہیں ہوگا اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، حدیث شریف میں موت کے وقت فرشتوں کے معاملہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

---

(۱) التعریفات: ۱۷۱

(۲) التعریفات: ۱۴۷

(۳) حم سجدہ: ۳۰

موت کے وقت فرشتوں کا اترنا

(۱) جب اس کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالی اپنے فرشتوں کو بشارت دینے کے لئے بھیجتے ہیں؛ چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے کہ مومن جب مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں:

"اخرجي أيتها النفس المطمئنة إلى روح وريحان ورب عليك غير غضبان"(۱)

"اے نفس مطمئنہ تو نکل حوروں کی طرف، آرام وسکون کی طرف اور نکل ایسے رب کی طرف جو تجھ سے ناراض نہیں ہے"

جب مومن کے کانوں میں یہ الفاظ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالی سے ملاقات کا اس قدر شوق اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ تمام وسائل کو ختم کر کے میری حاضری جلد سے جلد اللہ کے سامنے ہو جائے۔

موت کے وقت نیک لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بات ایسی ہے کہ مومن دیندار اور اعمال خیر پر استقامت اختیار کرنے والوں کے پاس بالکل آخری وقت فرشتے آتے ہیں اور اس کو خوشخبری سناتے ہیں تو مرتے وقت ان کو تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان دو چیزوں سے مل کر بنا ہے، ایک روح ہے اور دوسرا جسم ہے، جب دونوں چیزیں ملتی ہیں تو انسان بنتا ہے اب اگر جسم سے روح کو الگ کر دیا جائے تو انسان ختم ہو جاتا ہے، جب روح نکلتی ہے تو قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تکلیف انسان کے جسم کو ہوتی ہے روح کو محسوس نہیں ہوتی ہے؛ چونکہ روح اس کے رگ و ریشے میں پیوست ہوتی ہے جب موت کے فرشتے اسے باہر کھینچتے ہیں تو جسم کو تکلیف ہوتی ہے؛ جبکہ روح تو خوش ہوتی ہے کہ

---

(۱) الدر المنثور ۲/۳۸۱،

میں یہاں سے نکل کر اللہ کے سامنے جاؤں گی۔

پہلی مثال

اس کو مثال سے سمجھاتا ہوں اگر کوئی محبوبہ اپنے محبوب کی گردن پکڑ کر زور سے دبادے کہ اس کی آنکھیں باہر آجائیں، تو کیا اس عشق کو برا لگے گا یا اچھا لگے گا؟ کیونکہ محبوب کے جسم کو تکلیف ہوگی؛ لیکن روح کو مزہ آجائے گا کہ آج میرے محبوب نے اس گردن کو بھینچ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نزع میں تکلیف

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول کا حال بیان فرماتی ہیں:

"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بالموت، وعنده قدح فيه ماء، وهو يدخل يده في القدح، ثم يمسح وجهه بالماء، ثم يقول: اللهم أعني على غمرات الموت أو سكرات الموت"(۱)

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت کے وقت دیکھا، آپ کے پاس ایک پانی سے بھرا پیالہ تھا، آپ اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے اور پانی کو اپنے چہرے پر پھیرتے، پھر دعا کرتے کہ اے اللہ! موت کی تکلیف پر میری مدد فرما"۔

حضرت عائشہؓ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کے وقت یہ تکلیف دیکھی تو فرمایا کرتی تھیں کہ اب کسی کی موت کے وقت تکلیف بری نہیں لگتی، حدیث میں ہے:

"مات رسول الله صلى الله عليه وسلم وإنه لبين حاقنتيو ذاقنتي، فلا اكره شدة الموت لاحد ابدا بعد ما

(۱) ترمذی، رقم الحدیث: ۹۷۸

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"(۱)

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، تو اس وقت آپ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے بعد کبھی کسی کی موت کی سختی مجھے ناگوار نہیں لگتی"۔

پہلے ان کا خیال تھا کہ موت کے وقت سہولت کوئی اچھی اور مطلوب چیز ہے، مگر یہ منظر دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ موت کی تکلیف بری چیز نہیں ہے، اگر یہ بری چیز ہوتی تو اللہ تعالی اپنے نبی کے ساتھ ایسا معاملہ نہ فرماتے۔

دوسری مثال

دوسری مثال سے بات سمجھو! محبوبہ اپنے محبوب کو گھر میں ملاقات کے لئے بلا رہی ہے اور کھڑکی اتنی چھوٹی ہے کہ اس میں آدمی آسانی سے نہیں نکل سکتا، جب محبوب اس کھڑکی میں کسی طرح داخل ہوا تو اس کے جسم میں خراشیں آگئیں جسم زخمی ہو گیا، سچ بتاؤ وہ محبوب وصال کے شوق میں خوشی محسوس کرے گا یا ان خراشوں کی تکلیف محسوس کرے گا، اسی طرح مومن انتقال کے وقت اپنے جسم کی تکلیف کی طرف نظر نہیں کرتا؛ بلکہ اپنے حبیب یعنی رب العالمین سے ملاقات کی خوشی میں مست ہوتا ہے۔

تیسری مثال

ایک مثال سے اور سمجھو، ایک قصہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا تھا جو کسی لڑکی سے عشق کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کو لوگوں نے محلہ میں پکڑ لیا اور سو کوڑے مارنے کی سزا تجویز کی؛ چنانچہ اس کو چوراہے پر کھڑا کر کے سزا دی گئی، جب تک ۹۹ کوڑے مارے گئے تو اس نے کچھ نہیں کہا، ایسے ہی کھڑا رہا؛ لیکن جب سوواں کوڑا مارا تو وہ چیخنے

---

(۲) ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۳۱

لگا، کوڑے مارنے والے نے پوچھا کہ میں نے تیرے ننیانوے کوڑے مارے تو تجھے کچھ نہیں ہوا اور ہم نے تجھے آخری کوڑا مارا تو چیخ گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

تو اس نے جو جواب دیا وہ سننے کے لائق ہے، اس نے کہا کہ جب آپ ننیانوے کوڑے مار رہے تھے تو میرا محبوب میرے سامنے کھڑا تھا اور میں اس کو دیکھ کر اپنے دل میں خوشی اور فرحت محسوس کر رہا تھا، میرا دھیان کوڑوں کی تکلیف کی طرف نہیں تھا؛ لیکن جب تم نے سوواں اور آخری کوڑا مارا تو میرا محبوب چھت سے چلا گیا اب میرا ذہن کوڑوں کی طرف گیا اور مجھے تکلیف ہوئی۔

میرے بھائیوں! یہ ایمان والوں کی یہی صورتحال ہوتی ہے جسم کو دیکھئے کہ موت کے وقت وہ تڑپ رہا ہے؛ لیکن روح چاہتی ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاؤں۔

قبر میں فرشتوں کا اترنا

(۲) دوسری مرتبہ فرشتے آتے ہیں جب انسان کو قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے فرشتے آکر کے اس سے سوالات کرتے ہیں، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ فرشتے تین سوال کرتے ہیں:

"مَن ربك و ما دينُك و مَنْ نبيُك؟"۔ (۱)

"تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟"

سوال کرنے کے بعد ظاہر بات ہے کہ ایمان والا جس نے دین پر پوری زندگی عمل کیا ہو وہ صحیح جواب دیتا ہے، جب وہ صحیح صحیح جواب دیکر فارغ ہوتا ہے تو پھر فرشتے اللہ کی ملاقات اور جنت کی بشارت دے کر کے سلا دیتے ہیں۔

"نم كنومة العروس" (۲)

---

(۱) ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۷۵۳

(۲) ترمذی، رقم الحدیث: ۱۰۷۱

''سو جا جس طرح نئی نویلی دلہن سوتی ہے''۔

قیامت میں فرشتے استقبال کے لئے اترتے ہیں

(۳) تیسری بار فرشتے استقبال کے لئے آتے ہیں جب اللہ تعالی قیامت کے دن حساب وکتاب کے لیے لوگوں کو اٹھائے گا تو فرشتے مومنین کے استقبال کے لئے تشریف لائیں گے۔

اس آیت میں غور کرو یہاں اللہ تعالی نے فرشتوں کے لئے ''تتنزل'' کا لفظ استعمال کیا ہے، تنزل کا مطلب ہوتا ہے ''تھوڑا تھوڑا کر کے اترنا''[1] مثلاً دو فرشتے آگئے اس کے بعد چار آگئے پھر پانچ آگئے، فرشتوں کے اس طرح اترنے کا مقصد اس مومن کا اعلی درجہ کا استقبال اور عزت کرنا ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے استقبال کے لئے اچانک ایک لاکھ کی بھیڑ آجائے تو آدمی اس بھیڑ کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے، اور اگر دو دو، چار چار، آٹھ آٹھ، دس دس لوگ آئیں تو اس میں عزت وتوقیر بھی زیادہ ہوتی ہے اور انسان کو گھبراہٹ بھی نہیں ہوتی۔

استقبال اور عزت کا اعلی طریقہ

اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کسی آدمی کو بادشاہ نے اپنے یہاں بلایا ہو اور وہ آدمی بادشاہ سے ملنے کے لیے چلے اور راستے میں چار آدمی ملے وہ کہیں کہ تمہیں بادشاہ نے بلایا ہے، ہم استقبال کرتے ہیں، آگے چلے پھر چار لوگ ملیں اور یہی بات کہیں کہ تمہیں بادشاہ نے بلایا ہے، ہم استقبال کرتے ہیں، غور کرو اس کے دل کو کتنی

---

(۱) ''تتنزل'' باب تفعل سے ہے اور اس کی ایک خاصیت ''تدریج'' ہے یعنی کسی عمل کا ایک مرتبہ حصول ممکن ہونے کے باوجود فاعل کا اس کو بار بار کرنا۔ مثال: تجرّع خالدُ الماءَ خالد نے پانی کو گھونٹ گھونٹ پیا۔ اس مثال میں فاعل (خالد) نے پانی پینے والا کام آہستہ آہستہ کیا ہے؛ حالانکہ ایک ہی مرتبہ پانی پینا بھی ممکن تھا۔

خوشی ہوگی۔ اسی طرح جب بندہ مومن قبر سے اٹھ کر میدان حشر کی طرف چلے گا تو ہر دس قدم پر اس کو فرشتے مبارکباد دیں گے اور جنت کی خوشخبری سنائیں گے تو اس کو اپنا کتنا اعزاز محسوس ہوگا۔

ایک شبہ اور جواب

میرے بھائیوں!

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''دین پر استقامت'' اختیار کرنے والوں کا میدان حشر میں استقبال کرے گا اور اسی عزت وتوقیر کے ساتھ میدان حشر تک لائے گا تو پھر اس کو میدان حشر میں آرام وسکون کے ساتھ رہنا چاہیے؛ حالانکہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور سختی والا دن ہوگا؛ چنانچہ میدان حشر کے احوال بیان کرتے ہوئے حضرت مقدادؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' إذا كان يوم القيامة أدنيت الشمس من العباد حتى تكون قيد ميل أو اثنين''

''جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں سے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ایک میل یا فرمایا: دو میل [1] کے بقدر رہ جائے گا''

آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' فتصهرهم الشمس، فيكونون في العرق بقدر أعمالهم، فمنهم من يأخذه إلى عقبيه، ومنهم من يأخذه

(۱) یہ میل کیا ہے؟ اسی حدیث کے راوی تسلیم بن عامرؒ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کونسا میل مراد لیا ہے؟ زمین کی مسافت کا میل (MILE) مراد لیا ہے یا سرمہ لگانے کی سلائی مراد لی ہے؟ (ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۲۱) مفتی سعید احمد پالنپوریؒ نے لمعات التنقیح کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلائی کے معنی مراد لینا بعید ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۶/۱۹۲)

إلى ركبتيه، ومنهم من يأخذه إلى حقويه، ومنهم من يلجمه إلجاما، فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير بيده إلى فيه: أي يلجمه إلجاما"(۱)

"پس سورج لوگوں کو پگھلا دے گا، پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہونگے، کوئی ان میں سے وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کی ایڑی تک پکڑے گا اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کے گھٹنوں تک پکڑے گا اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کی کمر تک پکڑے گا، اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ لگام دیدے گا۔ حضرت مقداد کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ پسینہ لگام دے گا، لگام دینا یعنی پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا اور لگام کی طرح کلام سے روک دے گا"۔

مومن کے لئے قیامت کا دن

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو فرمایا گیا کہ قیامت میں حساب وکتاب کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، یہ دراصل عام مخلوق کے لئے ہے ،مومنین کے لئے نہیں ہے، مومن کا حساب فرض نماز سے بھی کم وقت میں ہوجائے ہوگا ،حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ دن کتنا بڑا ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی، تو آپ نے فرمایا:

"والذي نفسي بيده ليخف على المؤمن حتى يكون عليه أخف من صلاة مكتوبة"(۲)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، وہ دن مومن

(۱) ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۲۱

(۲) تفسیر ابن عطیہ، ۵/۳۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت

پر ہلکا ہوگا؛ حتی کہ فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا"۔

عرش کے سایہ میں

دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں مومن کے اعمال اور خصال اس کے لئے سایہ کا ذریعہ بن جائیں گے، ایمان والے ان سایوں میں ہوں گے؛ اس لئے ان کے لئے کیا پریشانی ہے؟

ایسے اعمال جن کی وجہ سے میدان حشر میں عرش کا سایہ ملے گا ان کی تعداد مختلف ہے جو احادیث میں الگ الگ پھیلی ہوئی ہے، پھر علماء حدیث نے ان کو تلاش کر کے جمع کر دیا ہے؛ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان تمام روایات کو اپنی کتاب "**معرفة الخصال الموصلة للظلال**" میں نقل کر دیا ہے، حافظؒ نے ان اعمال کی تعداد اٹھائیس تک پہنچائی ہے، پھر شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب "**تمهيد الفرش في الخصال المؤدية لظل العرش**" میں ان اعمال کی تعداد ستر تک بتائی ہے، اور "فتح الباري" اور "تنویر الحوالک" میں ان اعمال وخصال کو نظم کیا گیا ہے، اس باب میں جتنی حدیثیں آئیں ہیں، ان سب میں اصح وہ حدیث ہے جو صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، اس حدیث میں سات خصلتوں کا ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمایا:

> **"سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله: الإمام العادل، والشابّ نشأ في عبادة الله عزوجل، ورجل قلبه معلق بالمساجد، ورجلان تحابا في الله اجتمعا على ذٰلک وتفرقا عليه، ورجل دعته امرأة ذاتُ منصب وجمال فقال: إني أخاف الله، ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى**

لاتعلم شماله ماتنفق يمينه، ورجل ذكر الله خاليًا ففاضت عيناه۔"(۱)

"سات طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس دن جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا: ۱:- امام عادل، ۲:- وہ جوان جس کی نشو ونما ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی، ۳:- وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے، ۴:- وہ دو شخص جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی محبت پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، ۵:- وہ شخص جس کو کسی جاہ و جمال والی عورت نے بلایا اور اس نے کہہ دیا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، ۶:- وہ شخص جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، ۷:- وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہنے لگ گئیں۔"

نیک لوگوں کی صحبت پر فرشتے دعا دیتے ہیں

اس مضمون کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ان مواقع کے علاوہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے پر بھی رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور دعائے رحمت کرتے ہیں، کسی کی دعوت کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعا سکھائی ہے:

"اكل طعامكم الابرار وافطر عندكم الصائمون وصلت عليكم الملائكة"(۱)

---

(۱) بخاري، رقم الحديث: ۶۲۹

(۱) ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۸۵۴

''تمہارے پاس روزے دار افطار کریں، نیک لوگ کھائیں اور فرشتے دعائے رحمت کریں''۔

نیک بننے کا اصول

اس دعا میں یہ تفصیل ہے کہ نیک لوگوں کو کھلانے پلانے پر فرشتے دعا کرتے ہیں۔ دراصل اس کی بنیاد قرآن کریم کا ایک اصول ہے کہ نیک بننا چاہتے ہو تو نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، قرآن میں ہے:

''کونوا مع الصادقین''(۲)

''سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو''۔

یہی اصول ہے کہ جیسا انسان بننا ہے ویسے ہی لوگوں کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی جب کوئی انسان اچھے اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کے گھر بھی انہی لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے اور ایسے ہی لوگ عام طور پر اس کے دستر خوان پر کھاتے پیتے ہیں اسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ ملائکہ دعا کے لئے اترتے ہیں، اس کی تفصیل ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے گھر دعوت کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ دعا کرتے تھے:

''اکل طعامکم الابرار''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے میزبان کو پہلی دعا دیتے تھے کہ تمہارے دستر خوان پر نیک لوگ کھانا کھائیں۔ پھر دوسری دعا کرتے:

''افطر عندکم الصائمون''

''روزے دار تمہارے پاس افطار کریں''۔

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر

یہ دونوں دعائیں دیتے تھے؛ کیونکہ آپ کا جوڑ نیک لوگوں کے ساتھ ہو

(۲) توبہ:۱۱۹

جائے اور نیک لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو ان کو افطار کے موقع پر افطار بھی کراؤ گے، پھر آخر میں دعا فرماتے:

"صلت علیکم الملائکة"

"فرشتے تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں"۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ استقامت نزول ملائکہ کا ذریعہ ہے جو رحمت و برکت اور خوشخبری کے لئے آتے ہیں اور انہی کی زبانی اللہ خوشخبری سناتے ہیں:

" أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ"۔[1]

"نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔

گویا استقامت اس کے لئے دنیا چھوڑنے کے غم اور آخرت کے خوف سے نجات کی گارنٹی ہے اور دخول جنت کی ضمانت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



(۱) حم سجدہ ۳۰

مصادر و مراجع

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۱	قرآن کریم		
۲	بخاری	محمد بن اسماعیل، م ۲۵۶ھ	دار ابن کثیر، دمشق
۳	مسلم	مسلم بن الحجاج، م ۲۶۱ھ	دار الطباعۃ، الترکیا
۴	ترمذی	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، م ۲۷۹ھ	مصطفی البابی، مصر
۵	ابن ماجہ	محمد بن یزید، م ۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العربیۃ
۶	ابوداؤد	سلیمان بن الاشعث، م ۲۷۵	دار الرسالۃ العالمیۃ
۷	مؤطا امام مالک	مالک بن انس، م ۱۷۹ھ	مؤسسۃ زاید امارات
۸	مسند احمد	الامام احمد بن حنبل	مؤسسۃ الرسالہ
۹	مسند دارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	دار المغنی
۱۰	مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	المکتب الاسلامی
۱۱	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد، م ۳۶۰ھ	مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاھرۃ
۱۲	مراسیل ابی داؤد	سلیمان بن الاشعث، م ۲۷۵ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۳	شعب الایمان	احمد بن الحسن البیہقی	مکتبۃ الرشد، الہند
۱۴	المستدرک	محمد بن عبداللہ الحاکم	دار الکتب العلمیۃ
۱۵	تنویر المقباس	محمد بن یعقوب فیروز آبادی	دار الکتب العلمیۃ

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۱۶	الدر المنثور	جلال الدین السیوطی، م ۹۱۱ھ	المکتبۃ البخاریۃ
۱۷	تفسیر ابن عطیۃ	عبد الحق الاندلسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۸	تفسیر قرطبی	محمد بن احمد الانصاری	دار الکتب قاہرہ
۱۹	روح المعانی	شہاب الدین، م ۱۲۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ
۲۰	ابن کثیر	ابو الفداء اسماعیل، م ۷۷۴ھ	مطبوعۃ زکریا دیوبند
۲۱	بیان القرآن	اشرف علی تھانوی، م ۱۳۶۲ھ	مکتبہ تھانوی، دیوبند
۲۲	مفردات القرآن	حسین بن محمد راغب م ۵۰۲ھ	دار القلم
۲۳	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دار المعرفۃ، بیروت
۲۴	عمدۃ القاری	بدر الدین العینی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت
۲۵	ارشاد الساری	احمد بن محمد القسطلانی م ۹۲۳ھ	المطبعۃ الکبری
۲۶	حاشیۃ مؤطا	محمد مصطفی الاعظمی ۱۴۳۹ھ	مؤسسۃ زاید امارات
۲۷	شرح النووی	یحی بن شرف، م ۶۷۶ھ	دار احیاء التراث العربی
۲۸	مرقاۃ المفاتیح	علی بن محمد المعروف بالملا علی قاری	دار الفکر بیروت
۲۹	شرح المشکوۃ	شرف الدین الحسین الطیبی	مکتبہ نزار، ریاض
۳۰	لمعات التنقیح	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	دار النوادر، دمشق
۳۱	بذل المجھود	خلیل بن احمد السہارنفوری	مرکز الشیخ، الہند
۳۲	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید احمد پالنپوری	مکتبہ حجاز، دیوبند
۳۳	اوجز المسالک	محمد زکریا الکاندھلوی	مرکز الشیخ، الہند
۳۴	معرفۃ الخصال	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دار الکتب العلمیۃ
۳۵	تمہید الفرش	جلال الدین السیوطی، م ۹۱۱ھ	دار الامام مسلم

۳۶	الریاض النضرۃ	احمد بن عبداللہ الطبری	دار الکتب العلمیۃ
۳۷	دلائل النبوۃ	ابونعیم الاصبہانی، م ۴۳۰ھ	دار النفائس، بیروت
۳۸	دلائل النبوۃ	ابوبکر البیہقی	دار الکتب العلمیۃ
۳۹	شامی	محمد امین ابن عابدین	مصطفی البابی
۴۰	ہندیہ	جماعۃ من العلماء	دار الفکر، بیروت
۴۱	الموسوعۃ الفقہیۃ	جماعت علماء	وزارت کویت
۴۲	احیاء العلوم	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	دار المعرفۃ، بیرت
۴۳	حقیقۃ السنۃ والبدعۃ	جلال الدین السیوطی، م ۹۱۱ھ	مطابع الرشید
۴۴	الروح	ابن القیم الجوزیۃ	دار الکتب العلمیۃ
۴۵	العقوبات	عبداللہ بن ابی الدنیا، م ۲۸۱ھ	دار ابن حزم، بیروت
۴۶	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم الاصبہانی، م ۴۳۰ھ	مطبع السعادہ مصر
۴۷	نزہۃ المجالس	عبدالرحمن بن عبدالسلام الصفوری	المطبعۃ الکاستلیۃ، مصر
۴۸	ذم الہوی	ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی	بیروت
۴۹	الاذکار	یحی بن شرف النووی، م ۶۷۶ھ	دار الفکر، بیروت
۵۰	الترغیب والترہیب	عبدالعظیم المنذری، م ۶۵۶ھ	مصطفی البابی، مصر
۵۱	التبصرۃ	ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی	دار الکتب العلمیۃ
۵۲	الزہد	وکیع بن الجراح، م ۱۹۷ھ	مکتبۃ الدار، مدینہ
۵۳	الزہد	احمد بن حنبل، م ۲۴۱ھ	دار الکتب العلمیۃ
۵۴	الورع	عبداللہ بن ابی الدنیا، م ۲۸۱ھ	دار السلفیہ، کویت
۵۵	رسائل	عبداللہ بن ابی الدنیا، م ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۵۶	مدارج السالکین	ابن قیم الجوزیۃ، م ۷۵۱ھ	دار الکتاب العربی
۵۷	روضۃ المحبین	ابن قیم الجوزیۃ، م ۷۵۱ھ	دار الکتب العلمیۃ
۵۸	الکامل فی التاریخ	ابو الحسن ابن الاثیر، م ۶۳۰ھ	دار الکتاب العربی
۵۹	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین الذھبی، م ۷۶۸ھ	دار الحدیث، مصر
۶۰	المنتظم فی تاریخ	ابو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزی	دار الکتب العلمیۃ
۶۱	تہذیب الاسماء	یحی بن شرف النووی، م ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیۃ
۶۲	کشاف اصطلاحات	مولانا محمد اعلی تھانوی	دار الکتاب العربی
۶۳	کتاب التعریفات	علی بن محمد الجرجانی	قاہرۃ
۶۴	کتاب التعریفات	مفتی شفیع دیوبندی	افادات اشرفیہ ہردوئی
۶۵	اخبار الاخیار	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	نور پبلشنگ، دہلی
۶۶	ارواح ثلاثہ	اشرف علی تھانوی، م ۱۳۶۲ھ	اشاعت العلوم، سہارنپور
۶۷	فوائد الفواد	امیر حسن علا سجزی دہلوی	بستی نظام الدین، نئی دہلی
۶۸	معجم البلدان	یاقوت الحموی، م ۶۲۶ھ	دار صادر، بیروت
۶۹	ملفوظات تھانوی	اشرف علی تھانوی، م ۱۳۶۲ھ	زمزم بک ڈپو، دیوبند
۷۰	خطبات تھانوی	اشرف علی تھانوی، م ۱۳۶۲ھ	زمزم بک ڈپو، دیوبند
۷۱	مجالس مفتی اعظم	مفتی شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

دارالترجمۃ والتحقیق کی خدمات

دارالترجمۃ والتحقیق، ٹانڈہ، اکابر علماء دیوبند کے علوم ومعارف کی اشاعت اوران کی تصانیف جو اہل علم کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی ہیں، ان کی نشاۃ ثانیہ کے لئے قائم کیا گیا ہے، الحمد للہ اب تک اہم موضوعات پر کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں ترتیب وتحقیق کے بعد زیور طباعت سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں۔

مطبوعہ تصانیف

(۱) اذان واقامت کا شرعی طریقہ — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۳) غسل، احکام ومسائل — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۴) روزہ، احکام ومسائل — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۵) شادی سنت کے مطابق کیجئے — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۶) بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانے کا شرعی حکم — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۷) مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی اور ریاست رامپور۔ — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۸) مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے دو فقہی رسالے۔ — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۹) دعائیں یاد کیجئے — مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۰) پاکیزگی کا اہتمام کیجئے۔ تالیف: مفتی سعید الظفر قاسمی، ترتیب: یاسر عرفات ندوی

(۱۱) حج، فرضیت وفضیلت۔ تالیف: مفتی سعید الظفر قاسمی، ترتیب: یاسر عرفات ندوی
(۱۲) عید میلاد النبی کی شرعی وتاریخی حیثیت ترتیب وتحقیق: یاسر عرفات ندوی

زیر طبع تصانیف

(۱) عمدۃ الفقہ (۸) جلدیں تحقیق: مفتی سعید الظفر قاسمی
(۲) مکتوبات مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مفتی سعید الظفر قاسمی
(۳) رسائل مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ترتیب: مفتی سعید الظفر قاسمی
(۴) مروجہ فاتحہ کے سلسلے میں علماء رامپور کا دوسوسال پرانا فتوی۔ مفتی سعید الظفر قاسمی
(۵) الصرف مفتی سعید الظفر قاسمی
(۶) اصلاح الرسوم حضرت تھانویؒ تحقیق وتخریج: مفتی سعید الظفر قاسمی
(۷) تحقیق فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی مفتی سعید الظفر قاسمی
(۸) مکتوبات حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی ترتیب: مفتی سعید الظفر قاسمی
(۹) السقایة لعطشان الهداية مقدمة الهداية (عربي) مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۰) اصلاح رسومات جنازہ مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۱) لطائف علماء دیوبند مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۲) شرح مقدمہ ابن ماجہ (عربی) مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۳) تحقیق مقدمہ حاشیہ نسائی (عربی) مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۴) شرح تقریر محدث امروہویؒ مفتی سعید الظفر قاسمی
(۱۵) حدیث بیان کرنے میں احتیاط ترتیب وتحقیق: یاسر عرفات ندوی
(۱۶) احکام ومسائل معارف القرآن ترتیب وتحقیق: یاسر عرفات ندوی



ارشادات اکابر

حضرت مفتی اشتیاق احمد صاحب دار العلوم، دیوبند

ان تقریروں اور مضامین کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں جس موضوع کو بھی مفتی صاحب نے اختیار کیا ہے، اس کا حق ادا کر دیا ہے، اس سے متعلق جزئیات کا احاطہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے، یعنی جامعیت کے لحاظ سے یہ تقریریں اپنی مثال آپ ہیں، قارئین بازار میں موجود خطبات کے مجموعوں سے جب بھی تقابل کریں گے تو اکثر خطبات کے درمیان اس مجموعے کا امتیاز ان کی نگاہوں کے سامنے آجائے گا اور راقمِ حروف کی بات کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہیں گے۔

حضرت مفتی محمد صالح صاحب مظاہر علوم، سہارنپور

ہمارے دوست مفتی سعید الظفر قاسمی زید مجدہ (استاذ حدیث و مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ و سابق معین مدرس دار العلوم، دیوبند) جو متعدد علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف اور علمی ذوق و شوق کے مالک ہیں اور ماشاء اللہ تقریر و خطابت پر بھی خاصی دسترس رکھتے ہیں، ان کے مختلف بیانات اور تقاریر کو اُن کے شاگرد مولانا یاسر عرفات ندوی سلمہ نے تحقیق و تخریج کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کیا ہے، جو ''نیک اعمال پر استقامت'' اور ''عفت و پاکدامنی'' وغیرہ بہت سے اہم عنوانات پر مشتمل ہے اور قرآن پاک واحادیث مبارکہ کی تعلیمات اور سلف صالحین کے معمولات وواقعات وغیرہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ ندوی صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو

محترم مفتی سعید الظفر صاحب کی سعادت مندی اور سرفرازی کا کیا کہنا، ماشاء اللہ وہ زبان و بیان اور تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں، صاحب علم و فضل اور صاحب قلم ہیں، علمی و تحقیقی ذوق رکھتے ہیں اور نشیط و فعال، متحرک و سرگرم رہتے ہیں، اچھی صلاحیت کے حامل ہیں، ان کی کئی اہم کتابیں منظر عام پر آکر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں؛ جبکہ زیر طبع تصانیف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے، موصوف کے علمی تفوق اور صلاحیت کی شہادت ان کی دار العلوم دیوبند جیسے ام المدارس کی تدریسی معاونت ہے، پھر راہ علم و تحقیق میں تدریس و افتاء کے ساتھ ان کی استقامت یقیناً بلند عزم و حوصلہ ہے۔

نشر واشاعت

دار الترجمۃ والتحقیق

ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور